عصرِ حاضر کی ایک عالمگیر علمی و فکری تحریک

تحریکِ تجدیدِ ایمان

مختصر تعارف

جاوید القادری

سابق امام: آکسفورڈ سینٹرل مسجد، آکسفورڈ

سابق امام: ہیرو سنٹرل مسجد، ہیرو لندن

داعی: تحریکِ تجدیدِ ایمان، برطانیہ

تحریکِ تجدیدِ ایمان، برطانیہ

فون: 0044(0)7448390604

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا و آخرت میں انسان کی کامیابی اور فلاح و نجات کا دارومدار ایمان اور عملِ صالحہ پر ہے۔ یہ ایک ایسی روشن حقیقت ہے کہ جس پر کسی استدلال کی ضرورت نہیں۔ قرآن میں درجنوں آیات میں اس واضح اور اٹل حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے پھر دین کا تقاضا محض رسمی و کلامی یا موروثی ایمان اور بے روح و اخلاص سے عاری عمل نہیں بلکہ دین کو ایک شعوری ایمان اور معیاری عمل درکار ہے یعنی محض اتنا کافی نہیں کہ ہم ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ہمارے والدین نے ہمارا اسلامی نام رکھا۔ معاشرے میں ہماری پہچان زندگی بھر ایک مسلمان کے طور پر رہی اور ہم خود بخود ایسے مومن اور مسلمان بن گئے جو دین کا مطلوب ہے۔ میں یہاں اپنے کروڑوں مسلمان بھائیوں کے ایمان و اخلاص پر نعوذ باللہ شک نہیں کر رہا بلکہ اپنے مسلمان بھائیوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں ایمان محض رسمی اور موروثی عقیدے کی طرح موجود ہے۔ ایک زندہ حقیقت اور پوری زندگی میں واحد اور فیصلہ کن محرکِ عمل کی حیثیت سے موجود نہیں۔ دین کو ایسا ایمان مطلوب ہے جو ہماری شعوری سطح پر موجود ہو اور فیصلہ کن محرکِ عمل بن کر زندگی میں ایک انقلاب پیدا کر دے۔ ہمارے شب و روز کی ہر ہر حرکت، ہر ہر کاوش اور زندگی کی پوری کی پوری جدوجہد کی صورت گری ہمارا ایمان کرے۔ ہمارے احوال و مشاغل، ہمارے اعمال و معمولات، ہماری تمام ترجیحات اور صبح و شام کی تمام کاوشیں ایک فیصلہ کن باطنی و اندرونی قوت یعنی ایمان کے زیر اثر ہوں۔ اسی طرح کارزارِ حیات میں ہماری پسند و ناپسند، لین دین، دوستی دشمنی معاملات کا تقدم و تاخر اور ہماری ترجیحات کا تعین ہمارا ایمان کرے۔ اگر واقعی ہمیں ایسا ایمان میسر ہے تو الحمد للہ اور اگر ہماری زندگی کے شب و روز کی ہر ایک حرکت، ہر اک عمل ہر ہر کاوش اسی طرح ہماری پسند و

ناپسند، دوستی و دشمنی ہمارے معمولات و مشاغل، ہمارے معاملات کا تقدم و تاخر اور ہماری ترجیحات ہوائے نفس یعنی ہماری خواہشات کے تابع ہیں تو ہمیں اس بات پر فکرمند ہونا چاہئے کہ ہمارا ایمان کہاں اور کس درجے میں ہے۔ ہمارے ایمان کا گراف کہاں جا رہا ہے اور کیا ہمیں وہ ایمان میسر ہے جو دین کو مطلوب ہے اور اگر ایسا نہیں تو ہمیں روایتی و موروثی ایمان کی جگہ شعوری ایمان کے حصول کے لئے کمربستہ ہو جانا چاہیے۔

اب ہم اسی بات کو ایک اور زاویۂ نظر سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اُمت مسلمہ پر طاری موجودہ زوال و انحطاط اور کسمپرسی و بدحالی اور بے وقعتی و بے حیثیتی کے تدارک کے لئے عالمِ اسلام میں جتنی بھی کاوشیں ہو رہی ہیں اور اندریں سلسلہ جو بھی جماعتیں، تنظیمیں، تحریکیں اور ادارے جدوجہد کر رہے ہیں ان سب کی کاوشوں کا رُخ ''اصلاحِ عمل'' کی طرف ہے اور وہ اپنے اپنے انداز، اپنے اپنے نقطۂ نظر اور اپنی اپنی ترجیحات کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف میدانوں میں جدوجہد کر رہے ہیں۔ ہمیں ان کی خدمات اور مخلصانہ کاوشوں کا پورا پورا اعتراف ہے اور ہم ان کی مساعی کو قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ ان تمام کاوشوں اور انتھک کوششوں کے باوجود اُمت مسلمہ پر طاری زبوں حالی اور زوال کے تاریک سائے مزید گہرے ہوتے چلے جا رہے ہیں اور موجودہ عالمی تناظر میں اُمت مسلمہ ایک گھمبیر انحطاط اور بے وقعتی و بے حیثیتی کا عنوان بن کر رہ گئی ہے۔

میری اس مسئلہ پر یہ سوچی سمجھی رائے ہے اور مجھے اس معاملے میں پوری طرح شرحِ صدر حاصل ہے کہ اُمت کے زوال اور اس کی موجودہ زبوں حالی کا سبب ''عمل'' میں کمزوری نہیں بلکہ اس کے ''ایمان'' میں کمزوری ہے۔ بالفاظ دیگر مسئلہ ''عمل'' کا نہیں بلکہ ''ایمان'' کا ہے۔ اُمت کے ادبار و انحطاط اور اس کی بے حیثیتی و بے وقعتی کا سبب اعمال میں کمی یا کوتاہی نہیں بلکہ ''شعوری ایمان'' سے محرومی ہے۔ آج اُمت کو تجدید ایمان درکار ہے

آج اسے احیائے ایمان کی ضرورت ہے۔

ایک ضروری وضاحت ......تجدیدِ دین اور تجدیدِ ایمان دو مختلف تصورات ہیں:

یہاں میں ایک اور بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تجدید دین اور تجدید ایمان دو بالکل مختلف اور الگ الگ تصورات ہیں۔ تجدید دین اُمت کا مسئلہ نہیں یہ دین کے رب کا معاملہ ہے اور وہ جیسا کہ متعدد احادیث سے واضح ہے ہر صدی بعد ایک ایسی شخصیت پیدا کرتا ہے جو دین کے کسی شعبے میں کمزوری، بگاڑ یا اضمحلال آ جانے پر اپنی تجدیدی کاوشوں کے ذریعے اس کا ازالہ کرتا ہے اور ایک خدائی منصوبے کے تحت اس دینی شعبے کو ازسرِنو قوت و استحکام سے ہمکنار کرتا ہے۔ القصہ تجدیدِ دین ایک بالکل الگ، مستقل اور الوہی معاملہ ہے۔ جس تجدید کا ذکر ہم کر رہے ہیں وہ تجدید ایمان کا مسئلہ ہے تجدید ایمان ایک نجی و شخصی معاملہ ہے۔ اپنے ایمان کی تجدید ہر اہلِ ایمان نے خود کرنی ہے جیسا کہ والیِ اُمت نبی آخر الزماں ﷺ کا ارشاد ہے: ''جَدِّدُوْ اِیْمَانَکُمْ'' اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو۔ میں نے اپنے ایمان کی تجدید خود کرنی ہے۔ آپ نے اپنے ایمان کی تجدید خود کرنی ہے اسی طرح ہر اہلِ ایمان نے اپنے اپنے ایمان کی تجدید خود کرنی ہے۔ اس ایمانی تجدید کے لئے اہلِ ایمان کو فکر مند بنانا اور اس ضرورت کی طرف متوجہ کرنا ہمارے نزدیک وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔

ایک ناقابلِ تردید اور اٹل حقیقت:

جس طرح دنیا کی ہر شے میں کمی بیشی، اونچ نیچ، بلندی و پستی اور قوت کمزوری آ سکتی ہے بعینہٖ انسان کے ایمان میں بھی کمی بیشی، بلندی و پستی اور قوت و کمزوری اور خوشحالی و بدحالی آ سکتی ہے۔ بالفاظِ دیگر انسان کے ایمان کا گراف اوپر نیچے جا سکتا ہے اور یہ ایک ایسا

"Natural Phenomenon" یعنی فطری امر اور ایسی اٹل حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔

تحریکِ تجدیدِ ایمان کے قیام کا مقصد فقط اور فقط یہی ہے کہ فکری و علمی سطح پر اپنے مسلمان بھائیوں کو اس نہایت ہی اہم دینی و ملّی مسئلے کی طرف متوجہ کیا جائے۔ ان کے اندر ایمان کی حقیقت اور اس کی قدر و قیمت کا تصور اُجاگر کیا جائے اور پھر ان میں شعوری و معیاری ایمان کی سچی تڑپ پیدا کر کے اس متاعِ گم گشتہ کے حصول کو ان کی زندگی کی پہلی ترجیح بنا دیا جائے۔ ایمان کی چنگاری بحمداللہ ہر اہلِ ایمان کے باطن میں موجود ہے لیکن اس پر طرح طرح کی راکھ پڑ چکی ہے۔ ہوائے نفس اور حبِ دنیا کی راکھ کی تہوں نے اس چنگاری کو بُری طرح سے ڈھانپ رکھا ہے۔ شعوری ایمان کے حصول کی سچی تڑپ اور اس متاعِ بے بہا کو پھر سے پالینے کی فکرمندانہ اور مخلصانہ پھونک غفلت و ہوائے نفس کی راکھ کو اُڑا کر ایمان کی چنگاری کو پھر سے ایسا شعلہ جوالا بنا سکتی ہے جو ہمارے فکر و عمل اور سیرت و کردار کے ہر گوشے کو منور کر سکے۔

تحریکِ تجدیدِ ایمان کی دعوت کا مقصد:

تحریک تجدید ایمان ماسوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اہلِ ایمان کے باطن کی تہوں میں چھپے ایمان کو پھر سے دریافت کیا جائے۔ خواہشِ نفس و نادانی کی کان میں مدفون ایمانی ہیرے کو بے نقاب اور اس کی تراش و خراش کر کے اس کی ہمہ جہت چمک دمک سے عملی زندگی کو ہر ہر گوشے کو منور اور مزین کیا جائے۔ اُمید ہے ہمارے معزز قارئین پر بغیر کسی ابہام اور التباس کے یہ حقیقت آشکار ہو چکی ہوگی کہ ہمارے نزدیک تجدید ایمان سے کیا مراد ہے اور ہم بیسیوں تبلیغی و دعوتی اور تعلیمی و تربیتی جماعتوں، اصلاحی تنظیموں اور دینی اداروں کے باوجود تجدید

ایمان کی تحریک کیوں بپا کرنا چاہتے ہیں۔ مزید برآں ہم یہ حقیقت بھی تمام اہل ایمان پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ تحریک فقط ایک علمی اور فکری و نظریاتی تحریک ہے۔ نہ ہم نے کوئی رکنیت سازی کرنی ہے نہ کوئی الگ جماعت قائم کر کے لوگوں کو اس میں شمولیت کی دعوت دینی یا کسی طرح سے کوئی مالی معاونت طلب کرنی ہے۔ ہم نے اپنے اہلِ ایمان بھائیوں میں فقط اپنے ایمان کی بابت ایک فکر پیدا کرنی ہے اور انہیں اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ جہاں ہمیں اور ہزاروں فکریں لاحق ہیں جیسے اولاد کی فکر' ان کی تعلیم و تربیت کی فکر' اپنے روزگار اور زندگی کی آسائشات و سہولیات کی فکر۔ اسی طرح اچھی رہائشوں اور عصری سہولیات کی فکر' دنیوی معاملات اور کاروبار و تجارت میں ہمہ وقت ترقی کی فکر' عزت و شہرت اور ناموری کی فکر' مال و دولت اور آسائشاتِ زندگی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر' ان تمام فکروں کے ساتھ ساتھ ایمان کی حقیقت کو پالینے کی فکر' شعوری ایمان کے حصول کی فکر' ایمان کو ایک زندہ حقیقت کے طور پر دریافت کرنے اور اس کی حقیقی لذت و حلاوت کو پالینے کی فکر کو ہم نے تجدیدِ ایمان کا نام دیا ہے۔ احیائے ایمان کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اپنے ایمان کے احیاء اور اسکی تجدید کی فکر کوئی نئی بات نہیں۔ پورے کا پورا قرآن دین کی ہر ایک تعلیم اور ایمان کا ہر ایک تقاضا ہمیں اس فکر کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ آئندہ سطور میں ایمان کی حقیقت و اصلیت اور اس کی دینی زندگی میں اہمیت و حیثیت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے جس کے احیاء اور تجدید کی ہم بات کر رہے ہیں۔

تحریکِ تجدیدِ ایمان کے فکری سلیبس کا پہلا نکتہ......حبِّ رسول ﷺ کا فروغ:

ایمان کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے۔ اس حوالے سے متعدد زاویہ ہائے نظر سے بات کی جاسکتی ہے اور علماء و محققین نے اپنی اپنی تصانیف میں اس پر خوب سے خوب تر روشنی

ڈالی ہے جو اپنی جگہ درست اور وقیع ہے۔ قرآن و حدیث اور اکابرینِ اُمت کی تحقیقات و تصریحات کی روشنی میں اگر کوئی شخص دو لفظوں میں ایمان کی حقیقت بیان کرنا چاہے تو بلاشک وشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''ایمان کی اصل اور اس کی اساس حُبّ رسول ﷺ ہے''۔ حُبِّ رسول میں کمی بیشی ایمان میں کمی بیشی کی علامت ہے۔ جس شخص کو رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ جس قدر گہری محبت ہے اس کا ایمان اتنا ہی کامل اور مکمل ہے اور جو شخص اس محبت میں جتنا ناقص و ناتمام ہے اس کا ایمان اتنا ہی ناقص و خام اور نامکمل و ناتمام ہے۔ حضور ﷺ کی محبت ایمان کا اوّلیں تقاضا اور ایمان کی بنیادی شرط ہے۔ آپ ﷺ کی محبت اصلِ ایمان و اساسِ ایمان ہے۔ آپ ﷺ کی محبت عین ایمان ہے بلکہ ایمان تو نام ہی آپ ﷺ کی محبت کا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

📖 **لا یومن احدکم حتٰی اکون احب الیہ من والدہٖ و وَلَدہٖ والناس اجمعین.** (بخاری ومسلم)

ترجمہ: **تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔**

ایک نہایت اہم اور ایمان افروز نکتہ:

گو قرآن میں اہلِ ایمان کی پہچان وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ بیان کی گئی ہے لیکن اس کے باوصف اساس ایمان اور اصل ایمان حُبِّ رسول ﷺ ہی ہے۔ فرمانِ خداوندی اور فرمانِ نبوی میں تطبیق اس طرح کی جاسکتی ہے کہ حُبِّ رسول کے نور سے تو ایک مسلمان ''مومن'' کا مصداق ہوا یعنی مومن کہلانے کا حقدار بنا اور جب وہ ''مومن'' قرار پا گیا تو اب اس کی پہچان یہ ہوگی کہ وہ اللہ کی محبت میں نہایت ہی شدید ہوگا۔ اس کے قلب و قالب پر

حُبِ الٰہی کا سکہ چلے گا اور بقیہ تمام محبتیں حُبِ الٰہی کے تابع رہ کر اپنے لئے سند جواز اور گنجائش حاصل کریں۔ بالفاظِ دیگر حُبِ رسول ﷺ سے کاملاً بہرہ ور ہو کر ایک انسان مؤمن کہلانے کا حقدار بنتا ہے اور اللہ کی محبت میں بشدت سرشار ہو کر مومنِ کامل کا مقام حاصل کرتا ہے۔ الغرض نصابِ ایمان میں حُبِ رسول ﷺ کو بنیادی اور اساسی حیثیت حاصل ہے اور اس تصور سے عملی اعراض حرماں نصیبی کی بات ہے۔

مذکورہ تصور پر ایک ایمان افروز تاریخی و واقعاتی شہادت' صدیق اکبرؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ:

مذکورہ تصور پر اب ہم اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر ایک ایمان افروز واقعاتی شہادت پیش کرنے لگے ہیں اور وہ ہے مومنِ اوّل سیدنا صدیق اکبرؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ اپنے اندر گونا گوں ایمانی لطائف و باطنی معارف و معارف رکھتا ہے جنکی طرف بالعموم اہل علم نے توجہ نہیں کی۔

ابن عساکر کی روایت کے مطابق ابوبکرؓ نے تجارتی سلسلے میں اپنے ایک سفر کے دوران ایک خواب دیکھا تھا جسکی تعبیر بحیرہ راہب نے یہ بتائی تھی کہ تمہاری قوم میں ایک نبی مبعوث ہوگا جس کی ظاہری حیات میں تم اسکے وزیر اور بعد وصال اسکے خلیفہ بنو گے۔ جب حضور ﷺ نے اعلانِ رسالت فرمایا اور اپنے دیرینہ دوست ابوبکرؓ کو اسلام کی دعوت دی تو اُنہوں نے آپ ﷺ سے دلیل کی درخواست کی۔ جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر! وہ خواب جو تم نے شام میں دیکھا تھا ابوبکرؓ یہ سنتے ہی حضور ﷺ سے بغلگیر ہو گئے اور آپ ﷺ کی مبارک پیشانی چوم لی۔ روایت کے الفاظ ہیں:

📖 فعانقهٗ و قبل بين عينيه وقال اشهد انک رسول الله

ترجمہ: **وہ آپ سے چمٹ گئے آپ ﷺ کی مبارک پیشانی چوم لی اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔**

ابوبکرؓ کو فقط اسلام کی دعوت ہی دی گئی تھی۔ ایمان کی حقیقت اور اسلام کے بنیادی تقاضے اور تعلیمات کیا ہیں ابھی ان کے سامنے پیش نہیں کیئے گئے تھے۔ توحید و رسالت اور آخرت جیسے بنیادی عقائد کی تفصیلات ابھی ان کو نہیں بتائی گئی تھیں۔ نصابِ ایمان میں نسبت رسالت اور حبِّ رسول ﷺ کا مقام کیا ہے ابھی ان پر آشکار نہیں کیا گیا تھا۔ چہرۂ مصطفوی ﷺ سامنے پا کر ان کے قلب میں جونہی ایمان کا چشمہ پھوٹا اس نے بوسۂ نبوی ﷺ کے ذریعے اپنے اظہار کی راہ اپنائی۔ ابوبکرؓ والہانہ انداز میں حضور ﷺ سے چمٹ گئے۔ پہلے حضور ﷺ کی مبارک پیشانی کا بوسہ لیا (جو اظہارِ محبت کے اوّلیں و فطری ذرائع ہیں) بعدازاں اپنے ایمان کا اظہار کیا۔ اُمتِ مصطفوی ﷺ کی بنیاد رکھنے اور شجرِ خیرالامم کیلیئے اصل اور جڑ کا مقام پانے والے اور پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے خوش نصیب شخص کے فطری و اضطراری عمل نے یہ حقیقت آشکار کردی اور تاریخی و واقعاتی اعتبار سے یہ بات ثابت کردی کہ ایمان کا چشمہ جہاں بھی اور جب بھی پھوٹے گا اس کا منبع وسرچشمہ محبتِ رسول ﷺ ہی ہوگی۔ اسی طرح ایمان کا پودا جہاں بھی اور جب بھی سر اٹھائے گا اسکی اصل محبتِ رسول ﷺ ہی ہوگی۔ بالفاظ دیگر ایمان جہاں بھی ثابت ہوگا اسکے خمیر میں حبّ رسول ﷺ ہی کارفرما ہوگی۔ شجرِ امت مصطفوی ﷺ کیلیئے اصل کی حیثیت رکھنے والے شخص کا اظہارِ ایمان کے حسین لمحات میں اقرارِ رسالت کے باضابطہ اظہار سے پہلے وفورِ محبت میں آپ ﷺ سے بغلگیر ہونا اور غیر ارادی و والہانہ انداز میں چہرۂ مصطفوی ﷺ کا بوسہ لے لینا کیا اس بات پر دلالت کیلیئے کافی نہیں کہ ایمان نام ہی محبتِ رسول ﷺ کا ہے اور حُبِّ رسول ﷺ نہ صرف اصلِ ایمان بلکہ عین ایمان ہے۔

الغرض حُبِّ رسول ﷺ سے سرشار زاویۂ نظر اور متاع فکر و عمل دین و ایمان کا اوّلیں

تقاضا اور اس کی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اسی فکر کو تحریک تجدید ایمان کا اوّلیں نقطہ اور اس کی دعوت کا عنوان بنایا گیا ہے۔ اور انہی بنیادوں پر ہم اپنے ایمان کی تجدید کرنے نکلے ہیں بقول اقبال:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے

تحریکِ تجدیدِ ایمان کی پہچان اور اسکا مشن:

حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جذبہ عزت مآب سے ہر پست کو بالا کرنا، ہر کمزور کو طاقت دلانا، ہر بے کس و مجبور کو معاشرے میں باعزت مقام دلانا، ہر خستہ حال کو خوشحالی میں حصہ دار بنانا، ہر استحصال زدہ انسان کی خودی کو بحال کرانا اور ہر مظلوم کو انصاف دلانا اور اسی طرح دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُجالا کرنا یعنی فکری و نظریاتی سطح پر ہر باطل و طاغوتی، ظالمانہ و استحصالی استبدادی و سامراجی فکر کا ابطال کرنا اور عادلانہ و منصفانہ اور انسانیت پرور مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکر کی ترویج و اشاعت تحریکِ تجدیدِ ایمان کا ماٹو اور اسکی پہچان ہے۔ یہی اس تحریک کا اوّل و آخر، اس کا اوڑھنا بچھونا، اس کا جادۂ منزل اسکا زادِ راہ اور اسکی آخری و حتمی منزل ہے۔

اُمت میں موجود ایک فکری و اعتقادی التباس کا ازالہ:

یہاں ہم ایک فکری مغالطے اور نظریاتی التباس کا ازالہ کر دینا چاہتے ہیں جو اُمت کے بعض حلقوں میں شد و مد کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ سبھی جانتے ہیں کہ قرآن کی رُو سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمت پر چار حق ہیں:-

(۱) ایمان بالرسالت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۲) محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۳) اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۴) نصرتِ رسول ﷺ

نبی آخر الزماں ﷺ کے اُمت پر یہ تمام حقوق الگ الگ، مستقل اور جداگانہ دینی و ایمانی ضرورتیں ہیں اور ان میں سے کسی حق کی بھی جداگانہ حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن کیا کیا جائے کہ کچھ لوگ حُبِّ رسول ﷺ کے تصور کی جداگانہ اور مستقل اہمیت سے عملاً اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حُبِّ رسول ﷺ اور اتباعِ رسول ﷺ ایک ہی چیز ہے۔ یہ دونوں تصورات باہم یک دگر ہیں اور اتباع رسول، حُبِّ رسول ﷺ کی عملی صورت ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ایک فکری مغالطہ ہے۔ حبِّ رسول ﷺ اور اتباعِ رسول ایک دوسرے کا بدل ایک ہی چیز یا باہم یکدگر نہیں ہیں۔ یہ لازم وملزوم تو ہیں لیکن باہم یکدگر نہیں ہیں بلکہ دونوں الگ الگ جداگانہ اور مستقل ایمانی ضرورتیں ہیں۔ حُبِّ رسول ﷺ ایمان کی بنیاد ہے جبکہ اتباعِ رسول ایمان کا مقصود اور اس کا کمال۔ الغرض نصاب دین و ایمان میں حُبِّ رسول ﷺ کو اساسی اور کلیدی حیثیت حاصل ہے جبکہ اتباعِ رسول ﷺ کی حیثیت تکمیلی ہے۔ نصاب ایمان میں حُبِّ رسول ﷺ کی حیثیت امام کی ہے اور اتباعِ رسول ﷺ کی حیثیت مقتدی کی ہے۔

محبت امام ہے جبکہ اطاعت واتباع مقتدی:

حُبِّ رسول ﷺ اصلاً خالق کا کام ہے اور وہی اس کا سرچشمہ ومنبع ہے جبکہ اتباع اوّل و آخر مخلوق کا کام ہے۔ حُبِّ رسول ﷺ ایک عرشی حقیقت ہے جبکہ اتباعِ رسول ﷺ ایک فرشی حقیقت۔ کہاں خالق کا وظیفۂ عمل، کہاں مخلوق کا وظیفۂ عمل۔ جو نسبت مخلوق کو خالق کے ساتھ حاصل ہے وہی نسبت اتباع کو محبت کے ساتھ حاصل ہے۔ خدارا کچھ تو سوچیے۔

نصابِ ایمان میں محبت امام ہے جبکہ اتباع مقتدی۔ تصورِ اتباع اوّل و آخر محبت کا

محتاج اور اس کا دریوزہ گر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ ایمان کی تمام تر اطاعتیں، اتباعیں اور عبادتیں محبت رسول ﷺ کی امامت میں ربِ محمد ﷺ کی بارگاہ میں محمد و حُبِّ محمد ﷺ کے وسیلے سے پیش ہو کر سندِ قبولیت حاصل کرتی ہیں۔ محبت امام ہے اور اتباع اسکی مقتدی۔ کہاں امام کہاں مقتدی، محبت مرشد ہے اتباع مرید۔ کہاں مرشد کہاں مرید۔ محبت مزکی و مربی ہے جبکہ اتباع طالب و امیدوارِ تزکیہ۔ اتباع محبت کے بغیر کچھ نہیں۔ اتباع محبت کے نور کے بغیر حرکتِ محض ہے۔ اتباعِ رسول ﷺ کا مول اسی وقت پڑتا ہے جب وہ حُبِّ رسول ﷺ کے خمیر سے اُٹھی ہو۔ محبت کے غلاف میں لپٹی اور محبت کے نور سے مزین ہو۔ محبت کی اقتداء اور اسکی متابعت میں ہو ورنہ وہ ریاءِ محض ہے بن خوشبو کے گلِ بوسیدہ ہے، ایسا پھل ہے جس میں چھلکا تو ہے گودا نہیں۔ قصہ مختصر اتباع وہی لائقِ اعتنا ٹھہرتی اور بارگاہِ خداوندی میں سند قبولیت پاتی ہے جس کا خمیر محبتِ رسول ﷺ سے اُٹھا ہو۔

خمیرِ محبت سے اُٹھی ہوئی اتباع کے ثمرات واعزازات:

خمیرِ محبت سے اٹھنے والی اطاعت کے حاملین میں ہی کوئی ابوبکر صدیق بنتا ہے تو کوئی فاروق اعظم، کوئی ذوالنورین بنتا ہے تو کوئی حیدر کرار۔ کوئی ابنِ مسعود بنتا ہے تو کوئی امیر حمزہ، کوئی ابوہریرہ بنتا ہے تو کوئی عبداللہ بن عمر کوئی خالد بن ولید بنتا ہے تو کوئی ابنِ زبیر، کوئی زین العابدین بنتا ہے تو کوئی غوث اعظم کوئی جعفر صادق بنتا ہے تو کوئی داتا گنج بخش، کوئی ابوحنیفہ بنتا ہے تو کوئی امام احمد، کوئی امام شافعی بنتا ہے تو کوئی امام مالک، کوئی جنید بغدادی بنتا ہے تو کوئی بشر حافی، کوئی امام باقر بنتا ہے تو کوئی امام حسن عسکری، کوئی سری سقطی بنتا ہے تو کوئی حسن بصری، کوئی فضیل بن ایاز تو کوئی ابن ادہم

کوئی اویس قرنی بنتا ہے تو کوئی بہلول دانا، کوئی بختیار کاکی بنتا ہے تو کوئی خواجہ غریب نواز، کوئی غزالی بنتا ہے تو کوئی رازی، کوئی ابن عربی بنتا ہے تو کوئی قاضی ایاز، کوئی جامی بنتا ہے تو کوئی رومی، کوئی سعدی بنتا ہے تو کوئی اقبال کوئی شیخ احمد سرہندی بنتا ہے تو کوئی شاہ ولی اللہ دہلوی، کوئی شاہ عبدالعزیز دہلوی بنتا ہے تو کوئی امام احمد رضا، کوئی بہاؤ الدین ذکریا بنتا ہے تو کوئی خواجہ فرید گنج شکر، کوئی سلطان العارفین سلطان باہو بنتا ہے تو کوئی میاں محمد۔

دنیائے ایمان و ایمانیات میں رسول ﷺ و حُبِّ رسول ﷺ کا مقام اور ان کی فیض رسانیاں اور کرم فرمائیاں:

جو تعلق حضور ﷺ کا اُمت کے ساتھ ہے وہی تعلق حُبِّ رسول ﷺ کا اعمال اُمت کے ساتھ ہے۔ حضور ﷺ مربی ومزکی ہیں اپنی اُمت کے تو حُبِّ رسول ﷺ مربی و مزکی ہے اعمالِ اُمت کی۔ جس طرح اُمت حضور ﷺ کی نسبت سے محترم اور باعزت و باوقار ہے اسی طرح اعمالِ اُمت بھی حُبِّ رسول ﷺ کی نسبت سے باعزت و باوقار ہیں نیز جس طرح اُمت حضور ﷺ کی نسبت کے بغیر بے بھرم و بے وقعت اور نامحترم و نابکار ہے اسی طرح اُمت کے اعمال بھی حُبِّ رسول ﷺ کی نسبت کے بغیر بے بھرم و بے وقار ہیں۔ بالفاظِ دیگر جس طرح اُمت خالق ومخلوق کی نگاہ میں نسبت رسول کے بغیر کوئی قدر و قیمت اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی اسی طرح اعمالِ اُمت بھی حُبِّ رسول ﷺ کے بغیر نگاہِ خداوندی میں کوئی قدر و قیمت اور کوئی مول نہیں رکھتے۔ حضور ﷺ اس اُمت کے امام و پیشوا اور رہبر و رہنما ہیں تو آپ ﷺ کی محبت اعمالِ اُمت کی امام و پیشوا اور رہبر و رہنما ہے۔ حضور ﷺ اپنی اُمت کی اصل ہیں تو آپ ﷺ کی محبت اعمالِ اُمت کی اصل اور اساس ہے۔ حضور ﷺ اپنی اُمت کے پاسبان ونگہبان ہیں تو

آپ ﷺ کی محبت اعمالِ اُمت کی نگہبان و پاسبان ہے۔ حضور ﷺ اپنی اُمت کے ہادی و رہنما اور اس کا افتخار ہیں تو آپ ﷺ کی محبت اعمالِ اُمت کا حقیقی سنگھار اور اُس کا افتخار۔ رسول اپنی اُمت کے ملجا و ماویٰ ہیں تو حُبِ رسول ﷺ اعمالِ اُمت کا ملجا و ماویٰ ہے۔ حضور ﷺ اپنی اُمت کے مشکل کشا اور حاجت روا ہیں تو آپ ﷺ کی محبت اعمالِ اُمت کی حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ حضور ﷺ اپنی اُمت کے شفیع و مددگار ہیں تو آپ ﷺ کی محبت اعمالِ اُمت کی شفیع و مددگار ہے۔ حضور ﷺ اپنی اُمت کے دادرس اور خیرخواہ ہیں تو آپ ﷺ کی محبت اعمالِ اُمت کی دادرس اور خیرخواہ ہے۔

عصر حاضر کا المیہ کیا ہے؟ نسبت رسولی میں کمزوری اور حبِ رسول ﷺ سے عملاً اعراض اور انحراف۔ آج افرادِ اُمت اگر حُبِ رسول ﷺ اور نسبت رسول میں کمزوری کے سبب اقوامِ عالم میں بے حیثیت و بے وقعت اور نا قابل التفات ہیں تو اعمالِ اُمت حبِ رسول ﷺ میں کمزوری اور اس حیات آفریں تصور سے تہی ہونے کے سبب نگاہِ خداوندی میں بے حیثیت اور نا قابلِ التفات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں مسلمان آئے دن طرح طرح کی ارضی وسماوی آفات، ظاہری و باطنی بلیات اور طرح طرح کے مصائب و آلام، جنگ و جدل کا شکار اور اقوامِ عالم میں بے حیثیت و بے وقار ہیں۔

دنیائے ایمان و ایمانیات میں حُبِ رسول ﷺ کا مقام:

حُبِ رسول ﷺ تمام ایمانی اور روحانی و باطنی ضرورتوں کی کفیل ہے:

الغرض حُبِ رسول ﷺ ایک تصورِ محض یا رسمی محرکِ عمل نہیں۔ رب تعالیٰ نے

اسے تمام ایمانی اور روحانی و باطنی ضرورتوں کا کفیل بنایا ہے۔ کائناتِ ایمان و جہان ایمانیات میں ہر سو حُبِ رسول ﷺ کی تمازت وحدت موجزن ہے۔ اسی عنصر محبت کے کارفرمائی اور اثر ونفوذ سے جہان رشد و ہدایت میں ہر سو علم و اخلاق احوال و مقامات معرفت و حقیقت اور باطنی واردات کی بوقلمونیاں اور ہمہ رنگ جلوہ سامانیاں ہیں جس قدر کوئی نور محبت کے قریب ہے اسی قدر اس فیضانِ حیات آفریں سے مستیز و منور زندہ و متحرک اور حیات پرور ہے۔ اگر دنیائے ایمان میں حُبِ نبی ﷺ کی تمازت باقی نہ رہے تو تمام اعمالِ عبادت اپنا روحانی کمال کھو کر بے جان رسوم کے مردے لاشے بن کر رہ جائیں۔ حُبِ رسول کی ہی بدولت ایمانی معاشروں میں قدم قدم مہر و محبت امن و سلامتی اور ایثار و ہمدردی کے حیات آفریں مظاہر ہیں۔ اگر سینوں میں عشقِ رسالت کی تمازت باقی نہ رہے تو اللہ اللہ کے نغمے اور روحانی و باطنی کیفیات کے سوتے خشک پڑ جائیں۔ باطن میں حُبِ مصطفوی ﷺ کی حدت نہ ہو تو ہوائے نفس کی تخریبی کارروائیاں انفس و آفاق کے سکون و طمانیت کو تہہ و بالا کر دیں۔ خرمنِ امن و آشتی بھسم ہو جائے اور ہر سو بدنظمی و بداعمالی کی خزاں حُسنِ کردار و عملِ صالحہ کے گلستاں کی بہاریں نیست کر دے۔ الغرض دنیائے ایمان و جہانِ ہدایت میں حُبِ نبوی ﷺ تمام ایمانی اور روحانی و باطنی ضروریات کی کفیل ہے اور اسی کے دم قدم سے جہان رشد و ہدایت کی ساری بہاریں ہیں۔

رسول ﷺ و حُبِ رسول ﷺ بیک وقت صحابہ کے ہادی و تربیت کنندہ تھے:

رسول ﷺ و حُبِ رسول ﷺ بیک وقت صحابہ کے ہادی و تربیت کنندہ اور ان کے مربی و مزکی تھے۔ جہاں حضور موجود نہ ہوتے حُبِ رسول صحابہ کی تربیت کرتی تھی۔ حضور کی غیر موجودگی میں حُبِ محمدی ﷺ آپ ﷺ کی قائمقام بن کر صحابہ کے ایمان کی حفاظت کرتی رہی۔ حضرت عثمان نے صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کہ وہ خاتم النبیین ﷺ کے سفیر بن

کر اہل مکہ کے ساتھ مذاکرات کرنے گئے ہوئے تھے آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرنے سے انکار کردیا۔ یہ سب کیا تھا حُبِّ الٰہی و دینداری پر حُبِّ رسول ﷺ کا پہرہ تھا۔ حضور ﷺ کی محبت ان کے فکر و عمل کی امام بنی انہیں یہ راہ سُجھا رہی تھی، حضور ﷺ سے وفاداری ان کی نصرت و دستگیری کررہی تھی۔ عثمان غنی کے جہانِ ایمان میں حُبِّ محمدی کا سکہ چل رہا تھا۔ اسی طرح بِرْ معونہ و رجیع کے واقعات کسے یاد نہیں، حضور ﷺ کے دیوانے اور آپ کی محبت میں سرشار صحابہ کس طرح اپنی جانیں لٹا رہے تھے۔ حضرت خبیب ؓ اور حضرت زید ؓ نے محبت نبوی میں سرشار ہوکر ابوسفیان کی رعونت کو کس طرح پامال کیا تھا۔ جب ابوسفیان نے ان سے سوال کیا کہ بتا اگر تمہیں پھانسی گھاٹ سے اُتار کر تیری جگہ تیرے نبی کو کھڑا کردیا جائے تو تیرا کیا خیال ہے پروانۂ عشق نبوی کا جواب تھا کہ بدبخت میں تو یہ بھی گوارا نہیں کرسکتا کہ میرے آقا و مولا رسولِ خدا کو ادنیٰ سا کانٹا بھی چبھے اور میں ان کے بدلے رہائی پاؤں۔ ان کے قدموں پر میری سو جانیں قربان ہیں۔ تو اپنا کام کر اس طرح کی لغویات سے باز آ۔

تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

نسبتِ رسالت و حُبِّ رسول ﷺ ہی سے مختلف ادوار میں صحابیت و تابعیت روحانیت و فقہیت اور حکمت و معرفت کی شاندار فصلیں تیار ہوئیں:

تاریخِ عالم گواہ ہے کہ حُبِّ رسول ﷺ ہی کے آفتابِ عالمتاب کی تمازت وحدت اور گردش مستدیر سے ہر دَور میں روحانی موسموں اور ان کے ثمرات یعنی نورانی فصلوں کا ظہور ہوا۔ اِن موسموں میں روحانیت و للّٰہیت اور اخلاق و فنائیت کی فصلیں تیار ہوئیں۔ جیسے خیر القرون قرنی کے موسم میں نورِ نبوت و حُبِّ نبوی سے براہ راست مستنیر صحابیت کی فصل بہار تیار ہوئی جس نے للّٰہیت و ملکیت کا ایسا پھل دیا جس کی لذت و شیرنی اپنی مثال آپ بنی۔ اسی

طرح ثم الذین یلونھم کے موسم بہار میں تابعیت کی فصل تیار ہوئی جس نے روحانیت و خالصیت کا ثمر شیریں دیا جس کے مابعد ثم الذین یلونھم کے موسمِ بہار آفریں میں تبع تابعین کی فصلِ جہاں آرا تیار ہوئی جس سے روحانیت وفنائیت کے ساتھ ساتھ علم وعلمیت حکمت ومعرفت اور اجتہاد وفقہیت کا امت پرور ثمرِ شاندار سامنے آیا۔ مختلف الاذواق اجتہادی کاوشوں کے پھول لگے۔ فصلِ روحانیت پر ہمہ ذوق وہمہ لذت روحانیت کے پھل لگے۔ حُبِّ رسول ﷺ کا آفتاب مطلعِ امت پر چمکتا رہا۔ وقت آگے بڑھتا رہا گلستانِ امت بڑھتا چلا گیا بتدریج آفتابِ محبت سے فیضِ تمازت ونور پاتا گیا اور اپنا دامن علم ومعرفت، حکم وحکمت، تصوف وطریقت، روحانیت وفنائیت، صدق وللّٰہیت اور زہد وتقویٰ کے پھلوں پھولوں سے بھرتا گیا یہ سلسلہ کئی صدیاں جاری رہا گلشن امت پھولا پھلا جس میں عندلیبانِ تحقیق چہکتے رہے۔ مرغانِ فقہیت بانگیں بلند کرتے رہے۔ روحانیت وتصوف کے ہمہ رنگ ایمان پرور پھول لہراتے اور گلستانِ اُمت کو مہکاتے رہے۔ کئی صدیوں تک گلستانِ اُمت مہکتا رہا۔

ایک المناک اور روح فرسا قومی المیہ:

اپنوں کی نادانیوں اور غیروں کی ریشہ دوانیوں کے سبب آج گلستانِ اُمت کم و بیش اجڑ چکا ہے شجرِ علم وتحقیق پر خزاں آچکی ہے، روحانیت وتصوف دم توڑ چکے ہیں۔ حُسن گلستانِ اجتہاد ماند پڑ چکا ہے۔ ہر طرف علمی خشکی اور روحانی یبوست کا عالم ہے۔ شیطان کی سازش کم وبیش کامیاب ہو چکی ہے۔ جسد امت کے بڑے حصے سے روحِ محمد ﷺ نکالی جاچکی ہے۔ حُبِّ رسول ﷺ کا تصور دھندلا چکا ہے۔ عقلِ بے عقل مرکز محبت سے اپنا رشتہ توڑ چکی ہے۔ سرچشمہ ایمان سے تعلق کمزور ہو چکا ہے۔ محض قانونی ورسمی ایمانیت کا دور دورہ ہے۔ حُبی ایمانیت کا برملا انکار کیا جارہا ہے۔ لیکن اس خزاں کو آخر کہاں تک رہنا

ہے۔ حسرت و یاس اور بے مقصدیت کی رات کو آخر کب تک بسیرا کرنا ہے۔ مطلعِ اُمت پر حُبِّ رسول ﷺ کا انقلاب آفریں سورج بہرحال طلوع ہونا ہے۔ یہ اُمت آخر کب تک اپنے مرکز و محور سے دور رہ سکتی ہے۔ سرچشمۂ ایمان سے امت مرحومہ آخر کب تک لاتعلق رکھی جاسکتی ہے۔ حُبِّ رسول ﷺ و اتباعِ رسول ﷺ کو ایک ہی شے یا باہم یکدگر قرار دے کر حُبِّ رسول ﷺ کے تصور کو آخر کب تک بائی پاس کیا جاتا رہے گا۔ یہ تبدیلی اب آ کے رہنی ہے۔ اس امت کو سرچشمہ ایمان و عقیدت کی طرف بہرحال پلٹنا ہے۔

رات بھر کا ہے مہماں اندھیرا

کس کے روکے رُکا ہے سویرا

اُفقِ امت پر حُبِّ رسول کا سورج بہرحال طلوع ہونا ہے۔ اس آفتاب عالم تاب نے بہرحال اپنا نور بکھیرنا ہے۔ امت کا تعلق جان ایمان یعنی حُبِّ رسول ﷺ کے ساتھ استوار ہو کے رہنا ہے۔

اندھیروں کو خبر کردو لپیٹیں اپنی تاریکی

حُبِّ رسول ﷺ کی کارفرمائی سے عنقریب اُمت کے معدنِ اخلاق میں لعل و جواہر، زمرد و نیلم اور پکھراج و عقیق پیدا ہونے والے ہیں:

حُبِّ رسول کی تمازت سے بحرِ امت میں تبدیلیاں آنیوالی ہیں، معدنیات اخلاق میں حُبِّ رسول کے فیضِ تمازت سے حُسنِ اخلاق کے ہیرے، حسنِ عمل کے جواہر زینتِ کردار کے نیلم، احوال حسنہ کے زمرد اور حُبِّ رسولی کے عقیق و پکھراج پیدا ہونے والے ہیں۔ طلبِ صادق رکھنے والے سینوں میں حُبِ رسول کی برسات للّٰہیت کے سچے موتی پیدا کرنے والی ہے۔ عشقِ الٰہی کے لعل و جواہر کی نمو اب وقت کی پکار ہے۔

؎ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

گلستان امت بزبان حال کسی باغباں کو پکار رہا ہے۔ امت پر بالیقیں ایسا وقت آن پہنچا ہے کہ اسے ایک مسیحا کی تلاش ہے۔ ایک چارہ گر کی آرزو ہے۔ مجدّدِ وقت کا انتظار ہے ایک ایسا مسیحا اور ایسا مجدد جو اس کو لاحق تمام مرضوں کا سدباب کر سکے بطور مثلِ بادِ باراں زمینِ امت پر برسے، مردہ زمین پھر سے زندہ ہو۔ ایمانی تجلیات سے قلوب زندہ و منور ہوں۔ علم و استدلال اور حجت و برہان سے حقانیت اسلام واضح ہو صوفیانہ ذوق و متکلمانہ اسلوب ہمقدم ہو کر چلیں۔ عشقِ الٰہی و حُبِ نبی کی بہار آئے اور امت مرحومہ کی بگڑی بن جانے کا سامان ہو۔

حُبِّ رسول ﷺ کو رسول ﷺ کا نائب و قائم مقام بنا کر مابعد تمام طبقاتِ اُمت کی جملہ ضرورتوں کا کفیل بنایا گیا، ایک ایمان پرور، فکر انگیز اور انوکھا استدلال:

میرا ذوقِ ایمان کہتا ہے کہ حضور ﷺ کے دورِ مبارک کے بعد قیامت تک کے تمام زمانوں کے لئے مشیت ربانی نے حُبِ رسول ﷺ کو رسول ﷺ کا قائم مقام بنایا ہے۔ جس امت کی تربیت خود رب تعالیٰ کر رہا تھا رب کے رسول کر رہے تھے، قرآن کر رہا تھا اس امت کے مابعد کے تمام طبقات کیلئے حُبِ رسول ﷺ جیسے ایمان آفریں و امت پرور جذبۂ غیر مترقبہ کو آپ ﷺ کا قائم مقام بنایا گیا۔

عہد مصطفوی میں جب تربیت امت کیلئے صرف آپکی کی کفالت کافی نہ سمجھی گئی۔ صرف قرآنی کفالت کافی نہ سمجھی گئی اور براہِ راست بندوں کی تربیت کرنا ربِ محمد ﷺ کا دستور نہ ٹھہرا تو پھر آپ ﷺ کے بعد اس امت کی کفالت و تربیت کا کام بھلا کسی ایک شخصیت یا کسی خاص طبقے کے سپرد کیا جا سکتا تھا؟ ہرگز نہیں، تو پھر آپ ﷺ کے وصال شریف

کے بعد تا حشر اس امت کی رہنمائی اور نصرت و تربیت کا کام کسی معنوی حقیقت یا کسی باطنی قوت ہی کے سپرد کیا جانا قرینِ قیاس بنتا ہے۔ اگر تربیتِ امت کا مدار کسی شخصیت پر رکھا جاتا تو وہ شخصیت کتنا عرصہ زندہ رہتی۔ اگر مدارِ تربیت و نصرت کسی طبقہ پر رکھا جاتا تو وہ طبقہ کب تک باقی رہتا۔

اگر بالفرض افراد یا طبقات پر یہ ذمہ داری ڈالی جاتی تو مکانی اعتباری سے وہ طبقہ یا وہ شخصیات کہاں کہاں تک پہنچتیں۔ سو مشیت ربانی یہ ہوئی کہ مابعد طبقاتِ اُمت کی تربیت اور ان کے احوال پر نگہبانی کا کام ایک ایسی معنوی حقیقت اور باطنی قوت کے سپرد کیا جائے جس کا ماخذ و منبع اور سرچشمہ خود اس کی اپنی ذات ہو اور وہ باطنی قوت و حقیقت براہِ راست ذات الوہیت مآب سے فیض یاب ہو کر طبقات امت کی تربیت اور نصرت و دستگیری کرتی رہے۔ ایک حقیقتِ مسلمہ بن کر ہر طبقہ امت کے ایمان کی جان کی حیثیت سے اُسے سامان تربیت و راہِ رشد و ہدایت عطا کرتی رہے۔ ہر دور میں امت کی جملہ فکری و نظریاتی اور باطنی و روحانی ضروریات کی کفالت کرتی رہے۔ جانِ ایمان بن کر اُسے ذوقِ بندگی، حلاوتِ اطاعت اور شیرینیٔ اتباع کی سوغات دیتی رہے۔ یہی قوت اجتہاد و فقہیت کی جان بن کر دنیائے علم و تحقیق میں افرادِ امت کی رہنمائی اور کفالت کرتی رہے۔ یہی معنوی حقیقت دعوت و تبلیغ کی روح بن کر قلوبِ انسانی کی کائنات کو مسخر کرتی چلی جائے۔ یہی قوت حقیقتِ ایمان بن کر امت کے سیرت و کردار اور احوال و اخلاق کے گلشن کو مہکاتی چلی جائے۔ الغرض ہر جذبہ، ہر ذوق، ہر تحقیق، ہر حوالہ، ہر ایمانی کیفیت اور ہر دینی ضرورت اسی باطنی حقیقت یعنی حُبِّ مصطفوی کو اپنا رہنما، اپنا قائد، اپنا آقا، اپنا ملجا، اپنا ماویٰ اور ناصر و نگہبان مان کے اس کے سائے میں چلی آئے۔

تاریخ گواہ ہے کہ مابعد وصال النبی ﷺ حُبِّ نبی ﷺ نے مذکورہ بالا کردار

ادا کیا اور ہر دور میں اُمت کی جملہ علمی وعملی، فکری ونظریاتی، روحانی و باطنی، تہذیبی و ثقافتی اور معاشرتی و سماجی ضرورتوں کی تکمیل کرتی رہی۔ دَورِ صحابہ ہو یا دَور تابعین، دَورِ تبع تابعین ہو یا مابعد کا کوئی دَور ہر ہر میدان علم وعمل میں حُبِّ رسول ﷺ کا سکہ چلتا رہا۔ ہر ہر شعبۂ علم وعمل نے اسے اپنا قائد و پیشوا مانا اور اسی کے فیضان و برکت سے ہر ہر شعبۂ علم وعمل میں عبقری اور نادر الوجود شخصیات پیدا ہو کر اُمت کو صراطِ مستقیم پر کاربند رکھتے ہوئے اُمت محمدیہ کو ترقی وعروج کی منزلیں طے کراتی رہیں۔

آج بھی امت کا ہر ہر فرد اسی معنوی قوت یعنی حُبِّ رسول ﷺ کو اپنے دین و ایمان کا مرکز ومحور، حامی و ناصر اور محافظ ونگہباں بناتے ہوئے ''عقل قربان کن بہ پیش مصطفےٰ'' کی عملی تصویر بن جائے تو اس امت کی بگڑی بن سکتی ہے۔ اسے اقوام وملل میں عز و وقار مل سکتا ہے اور اگر عقلِ بے عقل اسی راہ پر چلتی رہی۔ حُبِّ رسول ﷺ سے آنکھیں چراتی رہی اسی کو اپنی تمام تر توجہات کا قبلہ بنانے سے گریز کا راستہ اپناتی رہی تو یہ جذبہ کمال درجہ کا خود دار اور غیور ومستغنی ہے۔ اس جذبہء نادرہ کو ہماری ضرورت نہیں ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ خود ربِ محمد ﷺ اور رب محمد ﷺ کی پیدا کی ہوئی پوری کائنات اس سے سرشار ولبریز ہے۔ حُبِّ مصطفوی ﷺ کا ڈنکا عالمِ امر میں ہر سو بج رہا ہے۔ عالمِ خلق میں بھی اسی کے غلغلے ہیں۔ عالمِ جمادات ونباتات اور عوالمِ وحوش وطیور میں بھی ہر طرف اسی کی گونج ہے۔ عالمِ زیریں و بالا اسی سے مملو ہے۔ اس سے بے اعتنائی بدنصیبی و کورفہمی ہے۔

محبت واتباعِ نبوی ﷺ کو باہم یکدگر ایک ہی چیز یا ایک دوسرے کا عین قرار دینے کی روش بہت بڑی فکری غلطی اور اعتقادی لغزش ہے یہ ایک ایسا وطیرہ اور ایک ایسا زاویۂ نظر ہے جس کی دنیائے ایمان میں کوئی وقعت نہیں۔ ایک ایسا سکہ ہے جو بازارِ ایمان میں نہیں

چلتا رب العزت امت مسلمہ کے ہر ہر فرد کو اس حرماں نصیبی سے بچائے۔

اقبال نے محض حسن عقیدت میں نہیں کہا تھا:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں عشقِ محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

بلکہ اس مردِ حق آگاہ کا اس ترجمانِ حقیقت اور دانائے راز کا یہی ایمان اور یہی عقیدہ تھا۔ اس عارفِ قرآن و واقفِ اسرار کی پوری زندگی کی تحقیق کا نچوڑ اور لب لباب یہی نکتہ تھا' معرفت مصطفوی کا یہی راز تھا جس نے اسے حکیم الامت بنایا۔

خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

عقلِ بے عقل کو دانشِ فرنگ کے جلوے سے نکلنا اور خاکِ مدینہ و نجف کو اپنی آنکھ کا سرمہ بنانا ہوگا' وگرنہ یہ ذلت و رسوائی اور بے وقتی و بے حیثیتی اس کا مقدر بنی رہے گی۔ عقلِ بے عقل کو عشق کی رہنمائی قبول کرنا ہوگی۔ اطاعتوں اور اتباعوں کو حُبِّ رسول ﷺ کی دہلیز پر جھکنا ہوگا۔ اسے اپنا امام اور مقتدا ماننا ہوگا۔ اپنے قالب میں اس نور کو اُتارنا ہوگا پھر جا کر بازارِ ایمان میں ان کا کوئی مول پڑے گا اور انہیں ربِ محمد ﷺ کی بارگاہ سے پذیرائی و قبولیت کی سند ملے گی۔ بس یہی ہے تحریک تجدید ایمان کا تعارف' اس کا مشن اور اس کی آخری منزل اور عقل ناداں کو حُبِّ رسول ﷺ کی چوکھٹ پر جھکانا اور اسے گنبد خضریٰ کے مکیں کے لائے ہوئے فکر کا دریوزہ گر بنانا اس تحریک کا مطمحِ نظر ہے۔

تحریک تجدید ایمان کے فکری سلیبس کا دوسرا نکتہ' معرفت صحابہ و اہلِ بیت:

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ہم شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ حُبِّ رسول ﷺ نہ صرف عین ایمان ہے بلکہ ایمان نام ہی حضور ﷺ کی محبت کا ہے اور اس

حقیقت کے سامنے سر جھکانے کے علاوہ ایمان کا اور کوئی تصور دنیائے ایمان و ایمانیات میں موجود نہیں۔ اس اعتبار سے صحابہ ابنِ آدم کا وہ خوش بخت ترین طبقہ ہیں جن کے قلب و باطن میں ایمان (حُبِّ رسول ﷺ) کا نور ربِ صحابہؓ نے خود بھرا جیسا کہ فرمایا گیا:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ. (حجرات:۷)

ترجمہ: **اور اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈالی اور پھر اُسے تمہارے دلوں میں سجا دیا۔**

صحابہ کی خوش قسمتی کا اندازہ کیجئے کہ ایمان کے محبت بھی ان کے دلوں میں ان کے رحیم و کریم رب نے بسائی اور پھر اس متاعِ محبوب سے ان کے قلوب کو مزین بھی خود اسی نے کیا تھا۔ یہ صحابہ ہی ایک ایسا امتیاز اور اعزاز ہے جو انہی کے ساتھ خاص ہے اور مابعد طبقاتِ اُمت میں سے کوئی اور طبقہ یا فرد ایسا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس کے دل میں ایمان کا نور خود رب نے بھرا ہے۔

ایک ضروری وضاحت' اہلِ بیتِ نبوی جماعتِ صحابہؓ کا ممتاز ترین طبقہ ہیں:

یہاں یہ بات اچھی طرح پیشِ نظر رہے کہ خاتم النبیین ﷺ کے اہل بیت جماعتِ صحابہؓ میں نہ صرف بدرجہ اتم شامل ہیں بلکہ اس جماعت کا ممتاز اور افضل ترین طبقہ ہیں۔ یہ مقدس نفوس فقط شرفِ صحابیت سے ہی بہرہ ور نہیں بلکہ خود آپ ﷺ کا حصہ ہیں۔ یہ در والے نہیں بلکہ گھر والے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات' آپ ﷺ کی جملہ آل و اولادؓ مولا علی شیر خداؓ اور حسنینؓ کریمین کو دہرا شرف حاصل ہے یہ انفراد و امتیاز اور یگانہ اعزاز صرف انہی کا حصہ ہے جس میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں کیونکہ وہ آپ ﷺ کے صحابی بھی ہیں اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت بھی۔ تصنیف ہذا میں ہم جہاں بھی جماعتِ صحابہؓ کا ذکر کریں گے اس میں اہلِ بیت نبوی ﷺ بدرجہ اولیٰ و بتمام و کمال شامل ہوں گے اور اس

سلسلہ میں کسی بھی قسم کی کوئی غلط فہمی نہیں رہنی چاہیے۔ اب ہم قرآن کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ صحابہؓ آخر کون لوگ تھے جنہیں ربِ محمد ﷺ نے محمد و دینِ محمد ﷺ کی مدد و نصرت اور آپ ﷺ کی محبت کے لئے خاص کیا۔

صحابہ کرام بارگاہِ خداوندی سے منتخب و چنیدہ لوگ تھے:

غلبۂ حق کی بحالی کی تحریک کے لیے صحابہ نے چونکہ نبی آخر الزماں ﷺ کے دست و بازو اور ناصر و مددگار بننا تھا اس لئے وہ کوئی عام طوگ نہیں تھے بلکہ انتخاب خداوندی تھے۔ جیسا کہ فرمایا گیا:

📖 **وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ**..........

(الحج:۷۸)

ترجمہ: **اور (اے سراپا ایثار وخدامست صحابیو!) اللہ (کی محبت واطاعت اور اس کے دین کی اشاعت واقامت) میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے، اس نے تمہیں منتخب فرمالیا ہے**..........

📖 **ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا**۔.......... (الفاطر:۳۲)

ترجمہ: **پھر ہم نے اس کتاب (قرآن) کا وارث ایسے لوگوں (یعنی اصحاب النبی ﷺ) کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا تھا**..........

مربیانِ صحابہؓ کا مقام ومرتبہ اور ان کی شانِ قدرت وتصرف:

صحابہؓ کی تربیت خود رب تعالیٰ کرتا رہا اس کا قائم کردہ نظامِ ربوبیت کرتا رہا، وہی نظامِ ربوبیت جو عالمِ خلق میں لالے کی حنا بندی کرتا ہے، گل و یاسمن کو رعنائی ومہک عطا کرتا

ہے۔ پتھروں کے ماحول میں ہیرے کی تخلیق کرتا ہے۔ سیپ کے منہ میں قطرۂ آب ٹپکا کر سچے موتی پیدا کرتا ہے زمرد، عقیق، فیروزہ، پکھراج، نیلم اور مرجان جیسے پتھر پیدا کرتا ہے، موت سے حیات اور حیات سے موت نکالتا ہے، نور سے ظلمت اور ظلمت سے نور کشید کرتا ہے۔

اسی طرح ان قدسی صفت افراد کی تربیت رب العالمین کے اس خلیفۂ اعظم، ذات و صفاتِ خداوندی کی مظہرِ اتم ہستی اور انسانیت کے اس مربیِ کامل یعنی محمد رسول اللہ ﷺ نے کی جس کے ہاتھوں میں آ کر کنکریوں نے نغمہ توحید گایا جس کے اشارے پر چاند نے اپنا جگر چیر کر رکھ دیا، جس کے اُٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھتے ہوئے رب تعالیٰ نے سورج کو واپس پلٹا دیا۔ جس کے اشارے پر درخت جڑوں سمیت چلتے ہوئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے، جس کی انگلیوں سے کتنی بار پانی کے چشمے اُبلے۔ جس کے فراق میں اُستنِ حنانہ (کھجور کے درخت کا خشک تنا) بِلک بِلک کر رویا، جسے شجر و حجر اور جمادات و حیوانات نے ہدیۂ سلام پیش کیا۔

اسی طرح وہ قرآن جسے ربِ قرآن نے سراپا نور کہا، سراسر شفا بتایا، سراسر رشد قرار دیا جس پر سلسلۂ وحی کا اختتام کیا اور جسے ہدایت و رہنمائی کا آخری نصاب بتایا وہی صحیفۂ ہدایت ان کی تربیت کیلئے نازل ہوتا رہا رات دن جبرئیل علیہ السلام کی دوڑ لگی رہی اور آسمانی ہدایت کا یہ آخری صحیفہ ان ہی کی سیرت سازی اور تشکیلِ شخصیت کے لئے شب و روز نازل ہوتا رہا۔ خدا و رسول ﷺ کی تربیت یافتہ اور ان کے دیئے ہوئے نظامِ تربیت کی مرکز و محور اور موردِ اوّلیں اس جماعت کے ایمان واخلاص پر کوئی شک کرے تو ایسے شخص کے لئے دعائے ہدایت ہی کی جاسکتی ہے۔

نہ مربیانِ صحابہؓ کا کوئی ثانی اور نہ زیرِ تربیت صحابہؓ کا کوئی ثانی:

الغرض تربیت کرنے والی ہستیاں لاجواب ولازوال تھیں تو تربیت پانے والی جماعت بھی لاثانی و بے نظیر تھی۔ اگر خدا اور سول ﷺ ہمہ وقت مائل بہ کرم تھے تو یہ قدسی صفت

روحیں بھی ہر لحظہ سراپا طلب وطالبِ تربیت تھیں ۔ قصہ مختصر صحابہؓ اپنے شفاف ولطیف قلوب لئے ہمہ وقت بارگاہِ خداوندی میں برائے تربیت حاضر رہتے۔ یہ قدسی صفت بشری وجود اپنے پاکیزہ باطن لئے فیوضات وانوارِ نبوت جذب کرنے اور خود کو نبوی رنگ میں رنگنے کے لئے شب وروز حاضرِ دربارِ رسالت ﷺ رہتے۔ یہ سراپا طلب قدسی صفت چنیدہ افراد اپنے صاف وشفاف باطن لئے اپنے تزکیہ وتربیت کے لئے انوارِ قرآن سمیٹنے کی غرض سے ہمہ وقت مستعد وتیار رہتے اور بالآخر چشمِ عالم نے دیکھا کہ وہ خاتم النبیین ﷺ کی زیرِ تربیت رہ کر مسِ خام سے کندن بنے اور پھر رفتہ رفتہ آسمانِ ہدایت کے ایسے ستارے بنا دیئے گئے جن سے انسانیت تا قیامت اکتسابِ نور کرتی رہے گی۔ یہی خوش نصیب حضرات بزبانِ مربیِ انسانیت ﷺ ''اصحابی کالنجوم'' کا مصداق بنے۔

اصحاب النبی ﷺ کیسی فطرت وطبیعت کے حامل لوگ تھے:

ان ہستیوں نے چونکہ تجلیاتِ الٰہیہ اور انوارِ نبوت واسرارِ قرآن کا مہبطِ اول بننا تھا اس لئے بقول قاری طیبؒ اپنی فطری قابلیتوں کی بنا پر اس درجہ پاک قلب، عمیق العلم، قلیل التکلف اور بے غل وغش بنا دیئے گئے تھے کہ گویا ان میں خود اپنی کوئی ذاتی خصوصیت باقی نہیں رہی تھی۔ یہ اس قدر وفا کیش اور بے نفس وبے غرض بنا دیئے گئے تھے کہ ماسوا قبولِ حق کے ان میں اپنی کوئی ذاتی خصوصیت باقی نہیں رہ گئی تھی۔

صحابہؓ بعد از انبیاء ورسل علیہم السلام بنی آدم کا وہ عظیم طبقہ تھے جس کا مقصود ومطمحِ نظر صرف اور صرف رضائے الٰہی ہی بن گیا تھا۔ وہ یبتغون فضلا من اللہ ورضواناً کے پیکرِ اتم بن گئے تھے۔ ان نفوسِ قدسیہ نے مرغوباتِ طبعی کو مطلوباتِ شرعی پر قربان کر دیا تھا۔ وہ دنیائے طبیعت سے نکل جہانِ شریعت میں آن بسے تھے۔ وہ خاتم النبیین ﷺ کی زیرِ تربیت رہ کر نفس کی حیلہ

جوئیوں اور راحت پسندیوں سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ ان کا قدم دنیا میں تھا تو نظر آخرت پر، ہاتھ کاروبار میں تھا تو دل ذکرِ الٰہی میں مشغول۔ قرآن نے انہیں کی بابت تو کہا تھا:-

📖 **رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ**

.... (النور: ۳۷)

ترجمہ: **مردانِ خدا تو یہی (یعنی خدامست اصحاب النبی ﷺ) ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں رکھتی۔**

اصحاب النبی ﷺ بظاہر فرشی تھے تو بباطن عرشی ذوق، یہ وہ عالی مرتبت اور فخرِ انسانیت حضرات تھے جو محمد ﷺ ورب محمد ﷺ کے زیرِ تربیت رہ کر جہاں بانی کے منصب پر فائز ہونے کے بعد بھی طبعاً درویش رہے۔ چشمِ تاریخ نے دیکھا کہ وہ ذوق فقیری کے ساتھ ساتھ مقامِ جہانگیری بھی نہایت اعتماد وکامیابی اور شانِ استغناء کے ساتھ نبھاتے رہے۔ الغرض اصحاب النبی ﷺ ربوبیتِ خداوندی کا مجسمۂ کامل، تربیت وتزکیۂ مصطفوی ﷺ کے پیکر اتم اور ہدایت قرآنی کی عملی تصویر تھے۔

ایمان صحابہؓ پر رب صحابہؓ کی تیئس سال تک مسلسل گواہی:

اب ہم ایک نہایت ہی اہم بنیادی اور ایمان افروز نکتے کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ صحابہؓ ہی خطاب قرآن کے اولیں مخاطب تھے۔ یہی نفوس قدسیہ یایھا الذین آمنو کے مصداقِ اولیں، مصداقِ حقیقی واصلی اور مصداقِ اتم ومصداقِ کامل تھے۔ ما بعد طبقاتِ امت کے افراد اپنے اپنے درجاتِ ایمان اپنے اپنے مراتبِ اخلاص اور اپنے اپنے رسوخ فی الدین کے ساتھ ان الفاظ کا مصداق ہو سکتے ہیں۔ حقیقتاً اور اولاً ان الفاظ کے مصداق اصحاب النبی ﷺ ہی تھے۔ یہ وہ خوش نصیب وخوش بخت افراد تھے جنہیں پورے تیئس سال تک

قرآن ''اے ایمان والو'' کہہ کر مخاطب کرتا رہا۔ گویا رب تعالیٰ خود مسلسل تیئس سال تک ان کے ایمان کی گواہی دیتا رہا، اپنا ہر حکم نافذ کرنے سے پہلے اپنی ہر بات کرنے سے قبل ان کے ایمان کی تصدیق کر کے رب العالمین مابعد طبقاتِ اُمت پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا تھا کہ جن ہستیوں کے ایمان پر میں خود مسلسل تیئس سال تک گواہ رہا ہوں اور ان سے مخاطب ہی ''اے ایمان والو'' کہہ کر ہوتا رہا ہوں۔ تم بھول کر بھی ان کے ایمان پر شک نہ کرنا۔

ایمان کو اپنا گھر بنا لینے والے لوگ کون؟ اصحاب النبی ﷺ:

صرف اتنا ہی نہیں کہ رب صحابہؓ نے ایمان اصحاب النبی ﷺ کے دلوں میں سجا اور بسا دیا اور ان کے دلوں پر ثبت فرما دیا تھا بلکہ ایمان کو ان کا گھر بھی بنا دیا گیا جیسا کہ ارشادِ فرمایا گیا:-

📖 **وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ** ....

(الحشر:۹)

ترجمہ: **جنہوں نے ان سے پہلے ہی شہر (مدینہ) اور ایمان کو اپنا گھر بنالیا تھا..........**

سبحان اللہ! کیا منفرد مقام ہے اصحاب النبی ﷺ کا کہ ایمان اُن کے دلوں میں گھر کر گیا تھا اور اُنہوں نے ایمان کو اپنا گھر بنالیا تھا۔ ہے اُمت کا کوئی ایسا طبقہ جو اس دوطرفہ منفرد اور انوکھے اعزاز میں ان کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کر سکے؟

اصحاب النبی ﷺ کے قلوبِ چنیدہ میں عنایاتِ ربانی اور تربیتِ محمدی ﷺ کی جلوہ سامانیاں:

اب ہم اصحاب النبی ﷺ کے روشن وشفاف سینوں میں دھڑکتے ان چنیدہ منور

اور مصفیٰ ومجلی دلوں میں چمکتے دمکتے ایسے انوار سیرت کا ذکر کریں گے جن کی بابت ربِ صحابہؓ نے قرآن میں جابجا گواہی دی اور ان کی تحسین کی اور ایسا ہوتا بھی کیوں نہ کہ ان دلوں کو ایمان کے لئے چنا بھی اس نے خود ہی تھا۔ ان دلوں میں ایمان کی محبت بھی خود اسی نے ڈالی تھی اور پھر ایمان جیسی متاعِ محبوب سے ان دلوں کو مزین بھی خود اسی نے کیا تھا۔ نیز ایمان کو ان لوگوں کا گھر بھی بنا دیا گیا تھا۔ پھر مربیٔ صحابہؓ نے انہیں اپنی معیت ومصاحبت اور حلقۂ تربیت میں رکھ کر ان میں ایسے ایسے ہمہ نوع انوارِ سیرت بھر دیئے تھے جو انہی کا نصیب تھا۔ مربی ومزکیِ صحابہؓ کے فیضانِ تربیت نے صحابہ کرامؓ کے ایمان سے مزین قلوب میں ہمہ رنگ وہمہ نوع انوارِ سیرت بھر کے ان قلوب کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا تھا نیز قلوب صحابہؓ نے فیضانِ تربیتِ مصطفوی ﷺ کو اپنے اندر جذب کر کے کیا کیا مقامات حاصل کر لئے تھے اور ہر اک صحابیؓ کا دل کس طرح انوارِ سیرتِ محمدیہ ﷺ کی ایک قوسِ قزح بن گیا تھا آپ بھی آئینۂ قرآن میں جھانک کر ملاحظہ فرمائیں:۔

1- مزین بہ انوارِ ایماں قلوب
2- مزین بہ اسرارِ ایماں قلوب
3- مزین بہ توحیدِ باری قلوب
4- مزین بہ تکذیبِ شرکی قلوب
5- مزین بہ شانِ انابت قلوب
6- مزین بہ شانِ خشوعت قلوب
7- حاملِ تقویٰ وصالحیت قلوب
8- مزین بہ رشد وہدایت قلوب
9- مزین بہ صدق وصداقت قلوب
10- مزین بہ رحمت ورأفت قلوب
11- سرتاپا طالبانِ رضائے خدا
12- مطمئن ہر لمحہ برضائے خدا
13- مزین بہ حبِ الٰہی قلوب
14- مزین بہ ذکرِ الٰہی قلوب
15- مزین بہ فکرِ الٰہی قلوب
16- مزین بہ شانِ خشیت قلوب
17- مزین بہ شانِ اجابت قلوب
18- مزین بہ ذوقِ عبادت قلوب

19- مزین بہ شوقِ شہادت قلوب
20- مزین بہ حبِ رسالت قلوب
21- مزین بہ ذوقِ اطاعت قلوب
22- کاملاً حاملِ اتباعِ رسول
23- مزین بہ ہر ہر ادائے رسول
24- مزین بہ انوارِ سیرت قلوب
25- مزین بہ اُسوۂ حسنہ قلوب
26- حاملِ زہد و بیزارِ دنیا قلوب
27- مزین بہ شانِ شجاعت قلوب
28- مزین بہ تسلیم، راضی قلوب
29- مزین بہ خوف ورجا قلوب
30- مزین بہ اخلاص وخالص قلوب
31- مزین بہ ذوقِ طہارت قلوب
32- پاک از دنیا وحب دنیا قلوب
33- مزین بہ سعد وسعادت قلوب
34- بری از وجودِ شقاوت قلوب
35- مزین بہ روحِ اخوت قلوب
36- مزین بہ شانِ زیادت قلوب
37- مزین بہ حفظِ قرآنی قلوب
38- مزین بہ ذوقِ تلاوت قلوب
39- مزین بہ تزکیہ، صافی قلوب
40- مزین بہ علمِ کتابی قلوب
41- مزین بہ حکمت و دانش قلوب
42- خاشع بہ تنذیرِ برزخ قلوب
43- خاشع بہ خوف قیامت قلوب
44- خاشع بہ تنذیر دوزخ قلوب
45- مزین بہ تبشیرِ جنت قلوب
46- متمسک بہ حبل من اللہ قلوب
47- مزین بہ صبر من اللہ قلوب
48- مزین بہ عہدِ الستی قلوب
49- مزین بہ اسرارِ ہستی قلوب
50- مزین بہ عدل و عدالت قلوب
51- مزین بہ تعظیمِ عترت قلوب
52- مزین بہ تسکین وراحت قلوب
53- مزین بہ حسنِ سخاوت قلوب
54- پاک از گردِ کینہ ونفرت قلوب
55- مزین بہ اخلاقِ ارفع قلوب
56- مزین بہ اخلاقِ مولا قلوب
57- مزین بہ انفاقِ دولت قلوب
58- مزین بہ فقر وقناعت قلوب

59- حاملِ عفت و پاکبازی قلوب
60- حاملِ رفق و حلم و تلطف قلوب
61- حاملِ عجز اور انکساری قلوب
62- حاملِ اعتدالِ و میانہ قلوب
63- پختہ خو حاملِ استقامت قلوب
64- مزین بہ احسان و الفت قلوب
65- حاملِ رحم و رحمت ترحم قلوب
66- منور بہ نور توکل قلوب
67- مزین بہ راز توسل قلوب
68- مزین بہ حسنِ ارادت قلوب
69- پاک از گردِ غیظ و عداوت قلوب
70- پاک از گردِ جرم و بغاوت قلوب
71- پاک از داغِ شر و شرارت قلوب
72- پاک از گردِ ظلم و ضلالت قلوب
73- پاک از گردِ بہتان و غیبت قلوب
74- پاک از ناسپاسانہ خصلت قلوب
75- پاک از گردِ ہر فحش و منکر قلوب
76- پاک از سوئے ظن بدگمانی قلوب
77- پاک از عُجب و فخر و تکبر قلوب
78- مزین بہ شکر و تشکر قلوب
79- پاک از گردِ کفرانِ نعمت قلوب
80- حامل خوئے تحدیثِ نعمت قلوب
81- مزین بہ انوارِ عرشی قلوب
82- حاملِ عزت و جاہ فرشی قلوب
83- مظہرِ عفو سرکار نوری قلوب
84- واقفِ رمزِ حق و حضوری قلوب
85- پاک از گردِ شرک خفی اور ریا
86- پاک از گردِ حرص و ہوس اور ہوا
87- حاملِ خیر کونین یکتا قلوب
88- حامل فوزِ کونین ارفع قلوب
89- پاک از حبِ مال و بخیلی قلوب
90- پاک از عنصرِ فحش گوئی قلوب
91- حاملِ ہستی جاودانی قلوب
92- حاملِ حسنِ کل اور یگانہ قلوب
93- شستہ و نرم خو دلبرانہ قلوب
94- پاک از بدلہ و عنصرِ انتقام
95- پاک از عنصرِ عُجلت بے لگام
96- مزین بہ ایثارِ یکتا قلوب
97- دور از غفلت و کسل زندہ قلوب
98- حاملِ خیرِ کل درخشندہ قلوب

99- راضیہ مرضیہ مطمئنہ قلوب 100- حامل حسن ورعنائی حسنہ قلوب

مجھے تو کچھ یوں لگتا ہے قلوبِ صحابہؓ فطرتاً ہیرے تھے جنہیں مربیٔ صحابہؓ نے اپنی صحبت وتربیت میں رکھ کر تراشا' انہیں سیقل کیا۔ آپ ﷺ کے فیضانِ تربیت نے انہیں جلا بخشی ' انہیں پالش کیا اور چمکایا جس کے نتیجے میں ہر ہر صحابیؓ کے دل سے ہمہ رنگ وپرکشش قوسِ قزحائی شعائیں نکلیں جنہوں نے ان کی سیرتوں میں ایسی چمک دمک ایسی جاذبیت وکشش اور ایسی اثر آفرینی پیدا کر دی جو ایک ایسی جماعت کے شایانِ شان تھی جس نے تا قیامت مابعد تمام طبقاتِ اُمت کے لئے حسنِ عمل وحسنِ کردار کا ایک قابلِ تقلید معیار بننا تھا۔ ہماری تصنیف قرآن ......تربیت صحابہ کا الوہی نصاب میں قلوبِ صحابہؓ کے ان ہمہ نوع جلووں پر شرح وسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں صرف عنوانات پر اکتفا کیا گیا ہے۔

صحابہؓ ورب صحابہؓ ہم ذوق وہمنوا ہو گئے تھے:

ایمان کو اپنا گھر بنا لینے والے اور معیتِ ایمانی میں اپنے مربی کے ہمقدم وہمنوا اصحاب النبی ﷺ مَنْ اَحسَنُ مِنَ اللہ صِبغَۃً کے مصداق اللہ کے رنگ میں اس قدر رنگے گئے تھے کہ اپنے رب کے ہم ذوق وہمنوا بن گئے تھے۔ان کے فنا فی اللہ ہونے اور اللہ کے ہمنوا اور ہم ذوق ہونے کے اس مقام کی شہادت ان کے رب نے انہیں اُولُو العِلم قَائِماً بِالقِسط کے لقب کے ساتھ ان الفاظ میں دی:-

📖 **شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ** .... (آل عمران:۱۸)

ترجمہ: اللہ نے اس بات پر گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور فرشتوں نے بھی اور ان اہلِ علم (اصحاب النبی ﷺ) نے بھی جو راہ حق پر قائم ہیں..........

صحابہؓ ورب صحابہؓ میں اسی یکجہتی وہمنوائی کا ذکر ایک اور مقام پر اس طرح آیا ہے:۔

اَلَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیۡرِ سُلۡطٰنٍ اَتٰہُمۡ ؕ کَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰہِ وَ عِنۡدَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ ....

(المومن: ۳۵)

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو (یہ جھگڑا کرنا) اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں (اصحاب النبی ﷺ) کے نزدیک نہایت سخت بیزاری کی بات ہے..........

سبحان اللہ! اپنی آیات مربی صحابہؓ پر اُتارنے والے رب اور ان آیات سے اپنے قلب و باطن کو زینت دینے والے اصحاب النبی ﷺ کا یکساں ردّ عمل اصحاب النبی ﷺ ورب نبی ﷺ کے درمیان کمال درجہ یکجہتی وہمنوائی کا آئینہ دار اور تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ کا مظہر اتم اور قابلِ رشک مقام ہے۔

ہر لحظہ ایمانِ صحابہؓ کی نئی آن نئی شان:

جس طرح رب صحابہؓ **کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ** کی شان کا مالک ہے اور مربی صحابہؓ **وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی** کی شان کے حامل ہیں۔ اسی طرح رب صحابہؓ اور مربی صحابہؓ کے زیر تربیت رہنے والی یہ عظیم المرتبت جماعت بھی ہر آن نئی سے نئی ایمانی بلندیوں اور رفعتوں سے سرفراز ہوتی تھی ان کا ایمان مسلسل ارتقاء پذیر اور مائل بہ اضافہ رہتا جیسا کہ ارشاد

ہوا:-

📖 اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ (الانفال:۲)

ترجمہ: ایمان والے تو صرف یہی لوگ (یعنی خدامست وخودفراموش صحابہؓ ہی) ہیں کہ جن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل (اس کی عظمت وجلالت کے تصور سے) خوفزدہ ہوجاتے ہیں اور جب ان پر آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو (کلام محبوب کی لذت انگیز اور حلاوت آفرین باتیں) ان کے ایمان میں اضافہ کردیتی ہیں اور وہ ہر حال میں اپنے (مربی وپروردگار) رب پر توکل رکھتے ہیں۔

ایمانِ صحابہؓ کوتو بڑھنے کیلئے گویا بہانہ چاہیے تھا:

سبحان اللہ! صحابہؓ کے ایمان کوتو گویا بڑھنے کے لئے بہانہ چاہیے تھااور بسا اوقات تو مخالفین حق کی ناروا باتیں بھی ان کے ایمان میں اضافے کا باعث بن جاتیں۔جیسا کہ سورہ آلِ عمران میں آیا ہے:-

📖 اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ۔۔ (سورہ آل عمران:۱۷۳)

ترجمہ: یہ (ایثار پیشہ وسراپا جہاد صحابہؓ تو) وہ لوگ ہیں کہ جن سے لوگوں نے کہا کہ مخالف لوگ تمہارے مقابلے کے لئے (بڑی کثرت سے) جمع ہوچکے ہیں سوان سے ڈرو تو (اس بات نے) ان کے ایمان کو اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

غزوہ احزاب کے موقع پر جب سراپا جہاد وایثار صحابہؓ نے کفار کے لشکروں کو اپنے سامنے پایا تو بول اُٹھے کہ یہ ہے وہ جس کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا ہے سو اس منظر نے بھی ان کے ایمان اور اطاعت گزاری میں اضافہ ہی کیا جیسا کہ سورہ احزاب میں فرمایا گیا:۔

.... وَمَا زَادَهُمْ إِلَّآ إِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا۔ (الاحزاب:۲۲)

ترجمہ: **اور اس سے ان (اللہ کے عاشقوں یعنی صحابہ کرامؓ) کے ایمان واطاعت میں اضافہ ہی ہوا۔**

منافقین کی طعنہ زنی اور استہزاء پر صحابہ کے ایمان میں اضافہ...... سبحان اللہ:

بسا اوقات تو کفار ومنافقین کا استہزاء بھی اصحاب النبی ﷺ کے لئے ایمان میں اضافے کا سبب بن جاتا۔ جیسا کہ ایک مقام پر فرمایا گیا:۔

وَ إِذَا مَآ أُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ إِيْمَانًا فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ۔ (التوبہ:۱۲۴)

ترجمہ: **اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان (منافقوں) میں سے بعض (شرارتاً) یہ کہتے ہیں کہ تم میں سے کون ہے جسے اس (سورت) نے ایمان میں زیادتی بخشی ہے پس جو لوگ ایمان لے آئے ہیں سو اس (سورت) نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کردیا اور وہ (اس کیفیت ایمانی پر) خوشیاں مناتے ہیں۔**

ایک طرف منافقین کا تمسخر اور استہزاء اور دوسری طرف مخلص الایمان صحابہؓ کا نصیب کہ رب صحابہؓ ہر ہر سورۃ اور ہر ہر آیت کے نزول کے ساتھ ان وفا کے پتلوں کو نئی سے

نئی ایمانی بلندیوں اور رفعتوں سے ہمکنار کرتا رہا۔ سبحان اللہ! اصحاب النبی ﷺ تمہارے بختِ رسا کا کیا کہنا۔ کون ہے بھلا جو تمہارے اس اعزاز میں شرکت کا دعویٰ کرے۔

ایمانِ صحابہؓ میں اضافے پہ اضافہ:

سورہ فتح میں بھی ربِ صحابہؓ نے ان وفادار غلاموں کے ایمان کو کچھ اس طرح بڑھوتر ادیئے جانے کا ذکر کیا:-

هُوَ الَّذِىٓ أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِى قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوٓا إِيمَاناً مَّعَ إِيمَانِهِمْ۔ (فتح:۴)

ترجمہ: **وہی تو ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں تسکین نازل فرمائی تاکہ ان کے ایمان پر مزید ایمان کا اضافہ ہو۔**

سوچیے اس کرمِ خاص اور اعزازِ یکتا کا سزاوار من حیث المجموع کوئی دیگر طبقہء امت کبھی ہوا ہے یا ہوسکتا ہے۔ کبھی ربِ صحابہؓ کفار و معاندین کے استہزاء پر صحابہ کی پونجیٔ ایمان میں اضافہ کر رہا ہے تو کبھی ان پر تسکین و رحمت نازل کر کے ان کے ایمان کو بڑھا رہا ہے۔ سبحان اللہ!

ایمانِ صحابہؓ کی حفاظت ربِ صحابہؓ کے ذمہ کرم پر:

اصحاب النبی ﷺ کا ایمان نہ صرف عطائے الٰہی تھا اور مسلسل وسعت پذیر رہتے ہوئے اپنے آثار و ثمرات میں ہر آن اضافے کا آئینہ دار تھا بلکہ اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود خداوند تعالیٰ نے لے رکھا تھا جیسا کہ ارشاد ہوا:-

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَى عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللّٰهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ وَمَن يَعْتَصِم بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِىَ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔

(آل عمران:۱۰۱)

ترجمہ: اور تم (یعنی سراپا ایمان واطاعت شعار صحابہؓ) بھلا کس طرح کفر کرو گے حالانکہ تم تو وہ (منتخب وخوش نصیب لوگ) ہو کہ تم پر اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور تم میں (تمہارے مربی وتربیت کنندہ خود) اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں اور جو شخص اللہ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے تو ضرور اسے سیدھی راہ کی ہدایت کی جاتی ہے۔

صحابہؓ کے ایمان واخلاص پر اعتراض کرنے والوں کو رب صحابہؓ جس قدر مسکت اور زوردار انداز میں جواب خود ان نفوس قدسیہ سے خطاب کرتے ہوئے دے رہا ہے اس کا اندازہ لذتِ ایمان سے آشنا انسان ہی کر سکتا ہے۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اصحاب النبی ﷺ کو عالمِ انوار سے ہمکنار کردینا ربِ صحابہؓ کے ذمہِ کرم پر تھا ...... بایں سلسلہ ربِ صحابہ کے اقداماتِ کریمانہ:

اصحاب النبی ﷺ ہی وہ چنیدہ ومنتخب جماعت تھے جنہیں ظلمتوں سے نکال کر عالمِ انوار کی طرف لے جانا گویا رب العزت نے اپنے ذمہ کرم پر لے رکھا تھا جیسے کہ سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا:۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ .... (البقرہ:۲۵۷)

ترجمہ: اللہ ایمان والوں (یعنی سراپا ایثار ووفا شعار صحابہؓ) کا دوست ہے وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے.............

رب تعالیٰ کا اپنے محبوب پر واضح نشانیاں نازل فرمانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ آپ ﷺ کی زیرِ تربیت جماعتِ صحابہ کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائے:۔

هُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط .... (الحدید:۹)

ترجمہ: **وہی ہے جو اپنے (برگزیدہ) بندے پر واضح نشانیاں نازل فرماتا ہے تاکہ تمہیں (یعنی میرے محبوب کے وفاشعار و خود فراموش صحابہؓ کو) اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جائے............**

اصحاب النبی ﷺ کا نورِ الٰہی اور نورِ محمدی ﷺ میں سے حصہ نور:

رب العزت نورِ مطلق ہے اس کا محبوب ﷺ سراپا نور اور اصحاب النبی ﷺ کی تربیت کے لئے الوہی نصاب یعنی قرآن بھی سراسر نور و ہدایت ہے۔ خود اللہ اس کا رسول ﷺ اور اللہ کا جاری کردہ نظامِ ربوبیت و نظامِ رشد و ہدایت اصحاب النبی ﷺ کو عالمِ نور سے ہمکنار کردینے پر مصر و مہربان ہو تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ یہ قدسی صفت جماعت بھی سراسر نور نہ ہو جائے۔ البتہ ان بشری پتلوں میں نور کی جلوہ نمائی عالمِ آخرت میں جا کر ہوگی۔ اللہ نے ان کے حصے کا نور خود اپنے پاس سنبھال رکھا ہے جس کا اظہار حشر کے میدان میں ہوگا' جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ط .... (الحدید:۱۹)

ترجمہ: اور جو لوگ (سراپا اخلاص وصدق و صفا اصحاب النبی ﷺ) اللہ اور رسول پر ایمان لے آئے ہیں یہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق ہیں اور شہید بھی ان کے لئے ان کا اجران کے رب کے پاس ہے اور ان کا (حصۂ) نور بھی........

حُبِّ رسول ﷺ میں جماعت صحابہ کے قافلہ سالار ابوبکر صدیقؓ کا مرتبہ ومقام:

معرفت صحابیت کے چند پھولوں اور عظمت صحابہ کے پُر مہک غنچوں سے اپنے دامانِ فکر کو مالا مال کر لینے کے بعد آیئے جماعت صحابہ کے قافلہ سالار اور نبی آخر الزماں ﷺ کے سفر و حضر کے یار یعنی صدیق اکبرؓ کے قبولِ اسلام کے واقعے کی روشنی حُبِّ رسول ﷺ کے حوالے سے ان کے مرتبہ ومقام کو ایک نئے انداز سے سمجھنے کی کوشش کریں۔

بعثتِ محمدی ﷺ اور بعثتِ حُبِّ محمدی ﷺ ساتھ ساتھ:

سرزمینِ عرب پر آفتابِ نبوت نے جب اپنی بعثت کا اعلان کیا اور مطلع ہدایت پر اپنا نور بکھیرا، تو جہاں نبوتِ محمدی ﷺ کی بعثت ہوئی ساتھ ہی حُبِّ مصطفوی ﷺ کا سورج بھی طلوع ہو گیا گویا حُبِّ مصطفوی ﷺ کی بعثت ہوئی نبی و حُبِّ نبوی بیک وقت مبعوث ہوئے۔ امت مسلمہ کے مومنینِ اولیں کے قافلہ سالار ابوبکر نے جس انداز سے دعوت حق قبول کی۔ وہ منظر ذرا سامنے لایئے ابوبکر نے آگے بڑھ کر محبوب خدا کو گلے لگایا۔ آپ کا ماتھا چوما اور پھر کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ جونہی ایمان کا نور ابوبکر کے سینے میں اُترا۔ ایمان کا چشمہ پھوٹا اس نے اپنے اظہار و اعلان کیلئے محبت کی راہ اپنائی۔ بوسہ لیا بغلگیر ہوئے اور بعدازاں آپ کی نبوت کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا، دل میں حُبِّ رسول ﷺ مچلی، بانہیں آگے بڑھیں بغلگیر

ہوئیں وفورِ محبت میں لبوں نے پہلے حبیبِ خدا کی پیشانی کا بوسہ لیا اور پھر اقرارِ رسالت کا اعلان کیا۔ گویا ازل سے پیاسے صدیقی ہونٹوں نے وفورِ محبت میں پہلے اپنی پیاس بجھائی پھر نبوت و مقامِ محمدی ﷺ کا اقرار کیا۔

حضور ﷺ کی بعثت مکہ میں حُبِّ حضور ﷺ کی بعثت قلبِ صدیقی میں:

بالفاظ دیگر نبی و حُبِّ نبی بیک وقت مبعوث ہوئے حضور ﷺ کی بعثت مکہ میں ہوئی جبکہ حضور ﷺ کی محبت کی بعثت مکۂ محبت یعنی قلب صدیقی میں ہوئی۔ جوں جوں حضور ﷺ کی نبوت کا دائرہ پھیلتا گیا توں توں حُبِّ مصطفوی ﷺ کا دائرہ بھی پھیلتا گیا۔ جوں جوں کوئی خوش نصیب دائرہ اسلام میں داخل ہوتا گیا توں توں اس کے قلب و باطن میں فیوضاتِ صدیقی کا چراغ یعنی حُبِّ رسول ﷺ کا چراغ روشن ہوتا گیا۔ جوں جوں کسی کا باطن مزکی امت کی کاوشوں سے پاک و صاف ہوتا گیا توں توں اس کے قلب و باطن کو فیوضاتِ صدیقی کا نورِ محبتِ رسول ﷺ کی صورت منور کرتا گیا۔

اُسوۂ محمدی ﷺ اور اُسوۂ محبتی قدم بہ قدم:

حضور ﷺ کی نبوت سے عالمِ انسانیت کو رشد و ہدایت کی راہ دکھائی گئی تو ساتھ ہی ساتھ قلبِ صدیقی سے پھوٹنے والی حُبِّ مصطفوی ﷺ کی شعاؤں کے ذریعے اہلِ ایمان کو محبت رسول ﷺ میں فنائیت کی راہ کھائی گئی' حضور ﷺ اہلِ ایمان کا تزکیہ کرتے ہوئے انہیں اسوۂ حسنہ دیتے گئے تو ابوبکر حُبِّ مصطفوی ﷺ کے اظہار کا نقشِ اولیں بنے اہل ایمان کو اسوۂ محبتی دیتے گئے۔ اُسوۂ محمدی ﷺ اہل ایمان کیلئے ہر ہر دنیوی واخروی سعادت کا سامان بنتا گیا تو ابوبکر کا اسوۂ محبتی آنے والے ہر ہر دور میں امتِ مسلمہ کیلئے محبتِ مصطفوی کا معیار بنتا گیا۔ قصہ مختصر نبی و حُبِّ نبوی امتِ مسلمہ کی تاریخ کے پہلے دن سے آج تک اور آج

سے تا قیامت اس امت کی ہر ہر دینی و ایمانی اور ظاہری و باطنی ضرورت کی تکمیل کرتے رہیں گے۔

حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں تو صدیق اکبر خاتم العاشقین وصدیقین:

اگر اجازت ہو تو ایک جملہ کہتا چلوں جس طرح حضور اول الخلق اور خاتم النبیین ہیں، اسی طرح امت میں ابوبکر اول المحبین و خاتم العاشقین ہے اور حبِ نبوی کا حیات آفریں سوتہ جس نے ہر دور میں امت کو سیراب و شاداب رکھا ہے اس کا سرچشمہ ابوبکر ہے قلبِ ابوبکر ہے۔

یہ حبِ نبوی ﷺ کے سارے مظاہر اور سارے نظارے جو امت مسلمہ میں ہر سو ہر زماں نظر آتے رہے اور نظر آتے رہیں گے یہ دراصل اِسی چشمۂ محبتِ نبوی کی خیرات ہے جو قلبِ ابوبکر میں دعوتِ حق قبول کرتے ہوئے پھوٹا تھا۔ القصہ جملہ تعلیماتِ اسلام حضور ﷺ کا ورثہ ہیں تو حبِ محمدی ﷺ ابوبکر کا ورثہ پورا دین حضور ﷺ کی عطا ہے تو دین کی جان حبِ محمدی ﷺ ابوبکر کے در کی خیرات۔ دنیائے رشد و ہدایت میں ہر سو حضور ﷺ کی نبوت کا نور ہے تو عالمِ باطن میں ہر سو حبِ محمدی ﷺ میں سرشار ابوبکر کی محبت و فنائیت کا نور ہے یونہی تو خاتم النبیین ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ جو کچھ رب تعالیٰ نے مجھے عطا کیا میں نے وہ سارا کچھ ابوبکر کی حسبِ استطاعت اسے عطا کر دیا، روایات میں آتا ہے کہ اپنے اس عاشق کو ظاہری و باطنی طور پر مربیٔ امت نے کچھ اس طرح رنگ دیا تھا کہ ہجرت کے موقع پر سرکار و یارِ سرکار میں پہچان مشکل ہوگئی تھی ظاہراً و باطناً دونوں وجود گویا ایک ہو گئے تھے، آقا و غلام میں تفریق کرنے کیلئے غلام نے اپنی چادر آقا ﷺ پر ڈال دی تا کہ آقا و غلام الگ الگ پہچان میں آسکیں۔

ربِ تعالیٰ کی شانِ کریمی ملاحظہ کیجئے ایک طرف آفتاب نبوت طلوع ہوتا ہے تو دوسری طرف آفتابِ حُبِ رسالت طلوع ہوتا ہے ایک طرف خاتم النبیین کی جلوہ گری ہوتی ہے تو اسی کے فیضان سے خاتم العاشقین کی جلوہ گری ہوتی ہے۔

سینۂ محمدی ﷺ انوارِ نبوت قبول کرتا ہے سینۂ صدیقی انوارِ حُبِ رسول ﷺ قبول کرتا ہے:

الغرض سینۂ محمدی ﷺ انوارِ نبوت وصول کرتا ہے تو سینۂ صدیقی انوار حُبِ رسالت وصول کرتا ہے۔ ایک طرف سینۂ مصطفوی ﷺ وحیِ الٰہی کا مہبط بنتا ہے تو ایک طرف سینۂ صدیقی مہبط حُبِ رسول بن کر رب محمد سے حُبِ مصطفوی ﷺ کی خیرات لیتا ہے، ایک طرف نبوت اُتر رہی ہے تو دوسری طرف محبت۔ دونوں کا منبع و سرچشمہ ایک ہے یعنی ربِ محمد ہے ایک طرف وحی نازل ہورہی ہے تو دوسری طرف حُبِ رسول ﷺ جو دراصل رب العالمین ہی کی عطا ہے ایک طرف سینۂ مصطفوی ﷺ پر نبوت کے انوار اُتر رہے ہیں تو دوسری طرف عالمِ خلق کے منفرد وجود یعنی سینۂ صدیقی پر حُبِ رسول ﷺ کے انوار برس رہے ہے۔ ایک طرف وظیفۂ نبوت ادا کیا جارہا ہے۔ دوسری طرف وظیفۂ محبت نبی ﷺ ادا ہورہا ہے۔ دونوں سورج ساتھ ساتھ چل رہے۔ ایک رشد و ہدایت بانٹ رہا ہے اور دوسرا محبت۔ ایک طرف آفتابِ نبوت کوہ فاران کی چوٹیوں پر طلوع ہورہا ہے اور دوسری طرف آفتاب حُبِ مصطفوی ﷺ امتِ مسلمہ کے مطلع ایمان پر طلوع کر کے اسے حُبِ رسول ﷺ کے نور سے جگمگا رہا ہے۔ ایک طرف غارِ حرا میں ذمہ داریٔ نبوت خاتم النبیین کے کندھوں پر ڈالی جارہی ہے تو دوسری طرف غارِ ثور میں کشتۂ حُبِ نبوی ﷺ وظیفۂ محبت ادا کرتے ہوئے اپنے محبوب پر جان نچھاور کرنے پر کمر بستہ ہے، ایک طرف امتِ مصطفوی ﷺ کی بنیاد رکھی جارہی تو دوسری طرف

زمرۂ عاشقین کا باب کھولا جارہا ہے۔

میرا ذوق ایمان تو یہ کہتا ہے کہ اعلانِ نبوت سے لیکر سرکار دو عالم کے وصال مبارک تک کی آپ کی پوری عمر مبارک میں کشتۂ حُبِّ مصطفوی ابوبکر حُبِّ رسول کا معیارِ اتم بن کر قدم قدم پر حُبِّ محمدی ﷺ کے چراغ جلاتا رہا۔

الغرض امت میں ایک طرف سرکار کی رسالت کا فیضان جاری ہے تو دوسری طرف یار غار کے عشق و محبت کا فیضان جاری و ساری ہے۔ حضور ﷺ تا قیامت اہل ایمان کے قلب و باطن کو نورِ نبوت و ہدایت سے منور کررہے ہیں تو دوسری طرف تا قیامت خاتم العاشقین کا فیضانِ محبت بصورت اُسوۂ صدیقی امتِ مسلمہ کے قلب و باطن کو حُبِّ نبوی سے مالا مال کررہا ہے۔

ایمان و جانِ ایمان یعنی حُبِّ رسول ﷺ ہمقدم وہمسفر ہیں:

ایمان و جان ایمان (یعنی محبت مصطفوی ﷺ) دونوں ہمقدم ہوکر چل رہے ہیں۔ ایمان خاتم النبیین کی انگلی تھامے چلا جارہا ہے اور جانِ ایمان یعنی حُبِّ نبی سالارِ عشقِ مصطفوی ﷺ ابوبکر کی انگلی تھامے امت مسلمہ کو سوئے جنت لے جارہی ہے۔ ایمان سے عمل کی بہار وابستہ ہے تو جانِ ایمان (محبت نبوی ﷺ) ہر عمل کا سنگھار ہے۔ ایمان و ایمانیات سے گلشنِ اسلام مہک رہا ہے جبکہ جان ایمان یعنی حُبِّ نبوی سے ہر ہر گلِ اسلام تازہ و پر بہار ہے۔

ایمان سے شریعت فیض پارہی ہے جبکہ جانِ ایمان یعنی حُبِّ رسول ﷺ سے طریقت۔ سرچشمۂ ایمان یعنی ذاتِ رسالتماب سے پورا کا پورا دین سیراب ہورہا ہے تو سرچشمۂ محبت یعنی صدیق اکبر کے اسوۂ محبتی سے دین کے ہر ہر پہلو اور ہر ہر گوشے میں خواہ وہ

ایمانیات ہوں یا عبادات، معاملات ہوں یا روحانیت ہر ہر شے میں عشقِ نبوی کی تمازت سے اجتہاد و فقاہت، حکمت و دانائی اور روحانیت و تصوف میں گرم بازاری ہے۔

نبوت بھی خدا کی طرف سے آئی ہے حُبِّ محمدی ﷺ بھی اسی کی طرف سے:

بات بہت آگے نکل رہی ہے۔ جسے سمیٹنا شاید میرے بس میں نہ رہے لیکن ایک بات نتیجتاً ضرور کہہ دیتا ہوں کہ نبوت بھی خدا کی طرف سے آئی ہے اور حُبِّ محمدی ﷺ بھی اسی کی طرف سے۔ ایمان و جانِ ایمان یعنی محبت رسول ﷺ دونوں عالمِ امر سے آئے ہیں۔ ایک کا مہبط سینۂ مصطفوی ﷺ ہے تو دوسری کا مہبط سینۂ صدیق، دین مصطفےٰ ﷺ سے ملے گا۔ حُبِّ مصطفوی ﷺ ابوبکر سے ملے گی۔ نہ اِس کے بغیر کوئی چارہ ہے اور اُس کے بغیر۔ اسی لئے تو قرآن نے بھی کہہ دیا:

والذی جاء بالصدقِ وصدق بہٖ اولٰئک ھم المتقون.

وہ جو صدق لے کر آیا اور وہ جس نے صدق کی تصدیق کی یہی تو متقین ہیں۔

رحمت الٰہی کا حسی وجود حضور ﷺ ہیں جبکہ حُبِّ رسول کا حسی وجود ابوبکر صدیق:

پوری کی پوری کائنات جس طرح رحمتِ مصطفوی ﷺ سے لبریز ہے۔ بعینہٖ حُبِّ مصطفوی ﷺ سے بھی لبریز ہے۔ رحمت ربُّ العٰلمین کا حسی وجود ذاتِ مصطفوی ﷺ ہے جبکہ حُبِّ مصطفوی کا حسی وجود ابوبکر صدیق، خلیفۂ اول بلا فصل، صدیق اکبر ذاتِ محمدی ﷺ رب العالمین کی شانِ ربوبیت کا شاہکار اور نکتۂ کمال ہے تو ابوبکر مصطفوی فیضانِ تربیت کا نکتۂ کمال اور جملہ عنایاتِ مصطفوی کا پیکرِ اتم ہے۔ ابوبکر ذات وصفات رسالتمآب کا مظہر اتم اور کشتہ حُبِّ نبوی بن کر معیارِ عقیدت ومحبت کا روشن مینار ہے۔ خاتم النبیین کا ارشاد ہے

📖 **انا قاسمٌ و اللّٰہ یُوتی۔**

ترجمہ: میں تو ہر (دنیوی واخروی) نعمت کا تقسیم کرنے والا ہوں اور عطا کرنے والا اللہ ہی ہے۔

اُمت کے لیے تا قیامت حبِّ نبوی ﷺ کا سرچشمہ اور تقسیم کار ابوبکرؓ ہے:

میرا ذوق ایمان کہتا ہے کہ امت کیلئے تا قیامت حُبِّ نبوی ﷺ کا منبع و سرچشمہ اور تقسیم کار ابوبکر ہے۔ یہ جو ہر طرف امت میں حُبِّ نبوی کے مظاہر نظر آتے ہیں۔ امت کا ہر ہر فرد حُبِّ نبوی ﷺ میں سرشار ہے یہ سب کچھ درِ صدیقی کی خیرات ہے۔ پھر جو رب تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ اپنے محبوب کے سر پر خاتمیت کا تاج سجائے۔ اسے خاتم النبیین کا مرتبہ عطا کر کے درِ نبوت و رسالت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دے تو اس حوالے سے بھی ضروری تھا کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے فیضان کو اس مقام تک پہنچا دیا جائے آپ کے پیش کیے ہوئے دین اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو وہ عروج و کاملیت عطا کر دی جائے کہ کوئی بھی بعد میں منصۂ شہود پر آنے والا نظریہ یا علمی و فکری ارتقاء اپنی تمام تر وسعتوں ہمہ گیریوں اور نوع بہ نوع افادیتوں کے باوجود فیضانِ نبوت محمدی ﷺ کے آگے دم نہ مار سکے۔ فیضانِ رسالت مصطفوی ﷺ سے آنکھیں نہ ملا سکے کسی بھی دور میں جلوۂ دانشِ غیر اہل ایمان کی آنکھ کو خیرہ نہ کر سکے۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

مشیت ایزدی کیا تھی اور اس کی تکمیل کیسے ہوئی:

اس لیے یہ بھی ضروری تھا کہ امت مسلمہ کی قلبی و باطنی سطح پر بھی نسبتِ مصطفوی کی پختگی کا ایسا اہتمام کر دیا جائے۔ امت کے ہر ہر فرد کے دل میں آپ ﷺ کی ذات کے

ساتھ ایسا تعلقِ حُبی قائم کر دیا جائے کہ پھر کوئی نظریہ' کوئی فلسفہ' کوئی علم' کوئی تحقیق' کوئی ترقی' کوئی تخلیق' کوئی ثمرِ دانش کوئی ایجاد یا کوئی سائنسی معجزہ حُبِ رسول ﷺ کی موجودگی میں اہل ایمان کے دل و دماغ میں جگہ نہ بنا سکے۔ یہ ختم نبوت کا ایک اوّلیں تقاضا تھا کہ ہر ہر دل کو حُبِ نبوی سے اس طرح سرشار کر دیا جائے کہ اسے کوئی آپ کے علاوہ نظر ہی نہ آئے۔ سو جہاں رب تعالیٰ نے حضور ﷺ خاتم النبیین کے ذریعے اپنا آخری وحتمی اور کامل واکمل دین نازل کیا آخری صحیفۂ ہدایت قرآن اتارا آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور آپ کی تعلیمات کو کاملیت تامہ دیتے ہوئے تا قیامت حجت بنایا۔ ساتھ ہی ساتھ باطنی ومعنوی دنیا میں حُبِ رسول کو نازل کیا۔ سینۂ صدیقی پر انوار محبت کو اتارا اور اُسے مہبط حُبِ محمدی ﷺ بنایا دونوں فیضان ہمسفر و ہمقدم ہو کر چلتے رہے' نبوت حضور کی انگلی تھامے چلتی رہی اور محبتِ نبوی ابوبکر کی انگلی پکڑے ساتھ ساتھ چلتی رہی اور یہ دونوں الوہی نعمتیں قدم بہ قدم ہر دور میں امت مسلمہ کی علمی وفکری' عملی و دینی ظاہری و باطنی حاجات وضروریات کی تکمیل کا سامان کرتی رہیں۔

اہلِ ایمان کے ایمان پر حُبِ رسول ﷺ کی پہریداری اور مقامِ صدیق:

فیضانِ ایمان پر فیضانِ محبت کا قدم قدم پہرا رہا تا کہ کوئی غیر اہل ایمان کے قلب و باطن میں داخل ہو کر غارتگری نہ کر سکے' گلشن ایمان کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ جس طرح صدیق اکبر قدم قدم سرکار کے خادم و پہریدار بن کر سائے کی مانند غار و بازار' سفر و حضر' جلوت و خلوت اور ہجرت و جہاد میں آپ کے ساتھ رہے اسی طرح حُبِ رسول ﷺ کا چشمہ جو سینۂ صدیقی سے پھوٹا تھا' آپ ﷺ کے پیش کردہ دین آپ کی لائی ہوئی شریعت اور آپ کی جملہ تعلیمات حتیٰ کہ آپ کی شانِ خاتمیت کے ساتھ مرحلہ بہ مرحلہ خادم و پہریدار بنا رفیقِ سفر رہا۔ خاتم النبیین و خاتم العاشقین اور نبوت و محبت کی یہ رفاقت صرف دنیا میں ہی قائم نہ رہی

بلکہ یارِ غار، یارِ مزار بھی بنا، آفتاب رسالت کی خدمت میں آفتاب محبت آج بھی عالمِ برزخ میں پیش ہے۔ اور یوم حشر بھی جب سب سے پہلے آفتابِ نبوت جلوہ گر ہوگا اُسے خراجِ محبت پیش کرنے کیلئے آفتابِ محبت کا بھی طلوع ہوگا۔ کشتۂ عشقِ مصطفوی ابوبکر کو خدمتِ نبوی کا جو اعزاز اس دنیا میں حاصل رہا۔ دنیائے آخرت میں بھی حاصل رہے گا۔ جنت میں دیدار ربانی کی تاب بھلا کس کو ہوگی؟ میرا ذوق ایمان کہتا ہے کہ جلوۂ ربانی سینۂ مصطفوی سے منعکس ہوتا قلبِ صدیقی پر پڑے گا اور اُسی کی انعکاسی شعاؤں کے جلوؤں سے امتِ محمدی حسب ایمان و استطاعت دیدارِ ربانی سے محظوظ و مستفیض ہوگی۔ واللہ اعلم

خلاصہ کلام:

الغرض صحابہ اپنے تن، من، دھن سے نبی آخر الزماں ﷺ کے سچے عاشق و وفادار معین و مددگار اور احباب و انصار تھے۔ وہ آقائے نامدار کے سچے پیروکار اور دل و جان سے آپ ﷺ کے فداکار تھے۔ وہ سراپا کشتگان صفا اور پیکرانِ وفا تھے۔ اُنہوں نے غلبہ حق کی بحالی کی تحریک میں سرور انبیاء ﷺ کی مدد و نصرت اور آپ ﷺ سے وفاداری کا حق ادا کر کے دکھلا دیا۔ اقبال نے ان پیکرانِ اخلاص و کشتگانِ وفا کے بارے میں ہی تو کہا تھا ۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حرفِ آخر:

الغرض تحریک تجدید ایمان پھر سے اُمت مسلمہ کو صحابہ کی مانند دہلیز محمد ﷺ پر جھکانا چاہتی ہے۔ پھر سے اُسے حُبِ رسول ﷺ کے جام پلانا چاہتی ہے اور ایک مرتبہ پھر صحابہ کی طرح آپ ﷺ کا مخلص و وفادار محبّ بنانا چاہتی ہے۔ پھر سے ایک بار اسے گنبد خضریٰ کے

مکیں کے دَر کا سوالی بن جانے کی راہ دکھانا چاہتی ہے۔ یہ تحریک اُمت مسلمہ کو مغرب کے فکری تسلط سے آزادی دلا کر فکر مصطفوی ﷺ کی دریوزہ گری کی راہ دکھانا چاہتی ہے۔ یہ تحریک اُمت کا والی اُمت سے ٹوٹا ہوا فکری و عملی رشتہ بحال کرانے کی تحریک ہے۔ یہ تحریک ایک بار پھر سے اُمت کے والی اُمت کے ساتھ رشتہ وفا کو زندہ کرنے کی تحریک ہے۔ یہ تحریک علمی وفکری سطح پھر سے اُمت مسلمہ کو صحابہ کی مانند بقولِ اقبالؒ ''کی محمد سے وفا تو نے تو'' کا مصداق بنا کر اس کا والی اُمت سے رشتہ وفا و محبت زندہ کر کے اُسے اس مقام پر لانا چاہتی ہے کہ رب محمد ﷺ کہے ''ہم تیرے ہیں'' اور ''یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں'' یعنی قرونِ اولیٰ (جبکہ صحابہ کاروبارِ جہاں کے امین اور اقوامِ عالم کی تقدیر کے مالک تھے) کے اس منظر کی جھلک آج پھر چشم فلک کو دکھانا چاہتی ہے کہ اقوامِ عالم میں آج بھی وہ باعزت مقام حاصل کر سکتی ہے اور کارِ جہاں بانی اور لوح وقلم پر دسترس تو خیر دُور کی بات ہے کم از کم اپنی تقدیر خود رقم کر سکتی ہے۔ اپنے فیصلے خود کر سکتی ہے۔ اغیار کے تسلط اور ہر طرح کی سیاسی و تہذیبی غلامی اور فکری مرعوبیت سے آزاد ہو کر اپنے نفع ونقصان کی خود مالک اور اپنے مستقبل کی بابت خود منصوبہ بندی کر سکتی ہے۔

قارئین کرام حرفِ آخر کے طور پر میں اتنا کہوں گا کہ تحریک تجدید ایمان مفکر اسلام شاعر مشرق، ترجمان حقیقت علامہ محمد اقبال کی ہمنوا و ہم آواز ہے اور اوّل تا آخر اقبال کے ان دو اشعار میں موجود ایمانی نقطے کے گرد گھومتی ہے۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

پہلا شعر نصاب ایمان میں حُبِّ رسول ﷺ کی اہمیت اور ناگزیریت وافادیت کا آئینہ دار ہے اور یہی تحریک تجدید ایمان کے فکری سلیبس کا پہلا نکتہ ہے۔

دوسرا شعر والیٔ اُمت کے ساتھ وفا کے ثمرات اور اس حوالے سے اُمت پر ہونے والے الوہی انعامات وعنایات کا آئینہ دار ہے اور تحریک تجدید ایمان کے فکری سلیبس کا دوسرے نکتے پر روشنی ڈالتا ہے اور ابنِ آدم کے اُس طبقۂ ذیشان اور ان ایثار پیشہ اور سراپا اخلاص صحابہ سے متعلق ہے جنہوں نے ''کی محمد سے وفا تو نے'' کا مصداق بن کر چشمِ فلک کو ''محمد ﷺ'' کے ساتھ رشتہ وفا اس طرح نبھا کر دکھایا کہ وہ ''ہم تیرے ہیں'' اور ''یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں'' کے مصداق اتم بن کر اقوامِ عالم کے امام اور ابن آدم کی تقدیر کے مالک بن گئے اور دنیا کو ایک ایسا منصفانہ، عادلانہ اور انسان پرور نظامِ حکومت دے گئے جس کے لئے آج ابنِ آدم ترس رہی ہے۔

......☆......

تجدیدِ ایمان کے مکمل نصاب سے کماحقہٗ آگہی کے لئے مصنف کی ان کتابوں کا مطالعہ ضرور فرمائیں:

i- حُبِّ رسول ﷺ پر اصرار کیوں؟

ii- قرآن ......تربیتِ صحابہ کا الوہی نصاب (اُردو/ انگلش)

iii- سیرتِ طیبہ (منظوم) جلد سوئم تعلیماتی سیرت: اُسوہ حسنہ اور تعلیماتِ نبویؐ